مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنا نقوش اسلام

Issue.No .10	دسمبر ۲۰۰۶ء (December,2006) ذی القعدہ ۱۴۲۷ھ	VOL.No.1

☆-زیر-☆ سرپرستی

مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

☆ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ☆ مولانا محمد عامر صدیقی ندوی

☆ مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی ☆ مولانا محمد صالح جی

☆ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ☆ مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا

☆ الحاج موسیٰ بھائی درسوت ☆ مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

☆ مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ☆ مولانا محمد عمر قاسمی

☆ مولانا محمد ساجد عزیزی قاسمی ☆ مولانا محمد نظام الدین ندوی

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

سب ایڈیٹر: محمد ارشد فیضی 9758636871

مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ ۱۰/روپے

سالانہ ۱۰۰/روپئے

خصوصی ۳۰۰۰/روپئے

ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM

MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129

(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

نقوش اسلام، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی) انڈیا

PRINTED PUBLISHED AND OWNED BY MOHD.MASOOD AZIZI NADWI

PRINTED AT UNION PRESS DEOBAND AND PUBLISHED AT MUZAFFARABAD SRE

EDITOR.MOHD MASOOD AZIZI NADWI

npage24\A017 not found. Border\BISMIL01\001. not found. npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین		مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	حج پر جانے والوں کی خدمت میں	محمد مسعود عزیزی ندوی	۳
دعوت فکر	ملی اتحاد کی اہمیت	حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۷
افکار	وصایا مفکر اسلام	مولانا محمود حسن حسنی ندوی	۹
عبادات	حج بیت اللہ............	مولانا اسرار الحق قاسمی	۱۰
اقبالیات	سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے	محمد بدیع الزماں	۱۳
مکتوبات اکابر	مکتوبات فقیہ الامتؒ	محمد مسعود عزیزی ندوی	۱۶
فلکیات	اسلامی دنیا کی رصدگاہیں	محمد زکریا ورک	۱۹
تجزیہ	۵۹ر سالوں کے بعد بھی......	مولانا ابرار احمد اجراوی	۲۲
فضائل ومسائل	عید قرباں اور اس کے مسائل	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	۲۵
آئین ہند	ہندوستان کا دستور	محمد ارشد فیضی	۲۸
دعوت دین	انبیاء کرام کی دعوت وتبلیغ......	مولانا مفتی محمد سرور فاروی	۳۱
سیرت وکردار	حضرت رابعہ بصری کے حالات...........	محترمہ نوشابہ عابد ندوی	۳۵
اخلاقیات	فتح مبین (فتح مکہ) کے موقع پر............	مولانا محمد عمر مجاہد پوری	۴۱
گوشۂ خواتین	اسلام میں پردہ کی اہمیت	محترمہ سارہ عزیزی	۴۵
تبصرے	نئی کتاب پر تبصرہ	مولانا محمد نظام الدین ندوی	۴۶
مراسلات	آپ کے خطوط..................		۴۷
حالات حاضرہ	عالمی خبریں..................	حافظ عبدالستار صاحب عزیزی	۴۸

E.mail:masood_azizi@rediffmail.com -------- nuqooshe_islam@yahoo.com

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفر آباد سے شائع کیا۔

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائینیگ: حمید اللہ قاسمی رابطہ کے لیے 9719639955 ☆عزیزی کمپیوٹر سنٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

اداریہ

حج پر جانے والوں کی خدمت میں

محمد مسعود عزیزی ندوی

حج اسلام کا چوتھا رکن ہے، حج اس شخص پر فرض ہے جو بیت اللہ تک پہونچنے کی استطاعت رکھتا ہو، یعنی جس کے پاس مکہ مکرمہ تک پہنچنے اور واپس لوٹنے تک کا خرچ ہو اور اس کی واپسی تک اس کے اہل وعیال کی ضروریات کو کافی ہو، اس پر ضروری ہے کہ وہ ایام حج میں حج کے لیے حجاز مقدس کا سفر کرے، اللہ تعالی نے جس کو وسعت اور توفیق دی ہے، اور وہ اس اہم رکن کی ادائیگی کا قصد کر کے مکہ مکرمہ جاتا ہے اور بیت اللہ کا حج اور اس کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے، وہ حاجی کہلاتا ہے اور وہ ایسے ہی گناہوں سے پاک وصاف ہو کر لوٹتا ہے جیسا کہ آج ہی اس کی والدہ نے اس معصوم کو جنم دیا ہے۔

گاؤں دیہات میں بلکہ شہروں میں بھی بعض حج پر جانے والے اپنے سفر سے قبل زوردار دعوتوں کا پروگرام کرتے ہیں، تمام رشتہ داروں کو، اہل تعلق کو، دوستوں کو، چودھریوں کو پہلے نوتنے کے لیے جاتے ہیں، پھر بڑی دھوم دھام کیساتھ دعوت ہوتی ہے، جس میں خوب فضول خرچی کی جاتی ہے اور شہرت کے حصول یا نام ونمود اور دکھاوے کے لیے بہت سے ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں اور بعض لوگ حج سے لوٹنے کے بعد یہ تمام خرافات کرتے ہیں، جو صحیح نہیں ہے، کیونکہ جب مسلمان زکوۃ دیتا ہے، روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے تو اس طرح کی کوئی خرافات نہیں کرتا، پھر یہ کیا غضب ہے کہ حج جیسی عبادت کی ادائیگی کے لیے پورے جشن منائے جاتے ہیں، مسجد کے لوڈ اسپیکر سے بار بار اعلان ہوتا ہے، اور کھانے کی پر تکلف دعوتیں ہوتی ہیں، ایک ہجوم کا منظر ہوتا ہے، جیسا کہ شادیوں میں پر تکلف پروگرام ہوتے ہیں، اگر کوئی حاجی حج کے لیے جائے اور وہ دعوت نہ کرے، لوگوں کو نہ بتلائے تو اس پر جملے کسے جاتے ہیں، اس پر اعتراضات کیے جاتے ہیں اور اس کے اس عمل کو مذموم قرار دیا جاتا ہے، جب کہ یہی عمل اللہ کے یہاں مقبول ہے، اگر حاجی نے دنیا کی ساری رسوم ادا کیں، رشتہ داروں کو، اہل تعلق کو خوش کیا اور جس کے لیے اتنا لمبا سفر کیا جا رہا ہے وہ خوش نہ ہوا، حج قبول نہ ہوا، تو لوگوں کا خوش کرنا کوئی کام نہ آئیگا، اللہ تعالی سب کو صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی دولت ومال کو اللہ کے راستہ میں غربا ومساکین یا مساجد ومدارس یا کسی بھی دینی کام میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حج کے سفر سے پہلے اور دوران سفر بھی رجوع الی اللہ کی کیفیت اور اپنی عاجزی وانکساری کا احساس ہونا چاہئے، گناہوں سے معافی اور استغفار کا عمل جاری رہنا چاہئے اور اللہ تعالی کا اس پر شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اپنے فضل سے آپ کو اپنے دربار میں بلایا ہے، اور اس سعادت کا موقع عطا فرمایا، یہ آپ کی خوش بختی اور ستارہ اقبال کی بلندی، فضل ربانی اور انعام خداوندی

ہے، ورنہ کتنے اللہ کے نیک بندے اور اہل دل بزرگ ساری عمر حج کی تمنا کرتے اور اس کا گیت گاتے دنیا سے چلے گئے؛ لیکن یہ سعادت و دولت ان کا مقدر نہ بن سکی، اور لاکھوں مسلمان اب بھی اس کے لیے تڑپتے ہیں، اس لیے آپ کو اس کی قدردانی کرنا چاہیے؛ کیونکہ یہ آپ کی قدردانی، بلند حوصلگی اور عالی ہمتی کا امتحان ہے بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے "یہ عشق کی پلصراط ہے، بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، یہاں تیز گامی بھی ضروری ہے اور سبک روی بھی، آپ نے جب اس راستے پر قدم رکھا ہے تو حوصلہ بلند کیجئے، دل کی پیاس بڑھائیے اور شوق کی آگ بھڑکائیے کہ یہ "دولت بیدار" ہر ایک کو نہیں ملتی اور ہر روز نہیں ملتی، ہر لمحہ کو غنیمت سمجھئے اور یوں سمجھئے کہ شاید یہ آخری موقع ہو، فرائض کی پابندی، نوافل کا اہتمام، خدمت وایثار کی کوشش، اہل حرم کا احترام، جیران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وخدمت، لایعنی سے احتراز، دل آزاری وایذارسانی سے قطعی پرہیز، شکستہ دلوں کی دلجوئی وغمخواری، کمزوروں، معذوروں اور فقراء کی خدمت گزاری، ذکر واستغفار کی کثرت یہ سب حج کی مقبولیت وقیمت بڑھانے والے اعمال ہیں" میقات سے پہلے یا میقات پر احرام باندھ لیں، اور پھر احرام کی حالت میں کوئی ایسا عمل صادر نہ ہونا چاہیے جو حج کے منافی ہو، بہت سے حاجیوں کو جوش وغصہ زیادہ ہوتا ہے، بات بات پر جھگڑتے ہیں، کھانے پینے کے معاملات میں لڑتے ہیں، جس کے ٹور میں جاتے ہیں، اس سے جھگڑتے ہیں، یہ سب آداب حج کے خلاف اور مقام مقدس کے احترام کے منافی ہیں، اس طرح کی خرافات اور لڑائی جھگڑوں سے بچنا چاہیے، اگر کوئی غلطی واقع ہوجائے تو فوراً اس کا دم یا حرجانہ ادا کرنا چاہیے، حج کے سفر سے پہلے جہاں بہت ساری تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں، حج اور مناسک حج سے متعلق بھی کوئی کتاب خرید کر پڑھنی چاہیے اور اس کا بار بار مطالعہ کرنا چاہیے "معلم الحاج" یا کوئی دوسری کتاب ساتھ میں رکھنی چاہیے، بلکہ جو حج کے تربیتی کیمپ لگائے جاتے ہیں ان سے بھی استفادہ کرنا چاہیے اور مسائل کو سیکھنے کی کوشش کرنا چاہیے، بلکہ کوشش یہ کرنا چاہیے کہ کسی عالم کا ساتھ اگر ہوجائے تو زیادہ بہتر ہے، حج کی تیاری کیا ہے؟ قوت یقین، اللہ ورسول کی اطاعت اور وعدوں پر کامل وبے تکلف اعتماد کی عادت، ذوق وشوق وحلاوت ایمانی، کسی قدر سوز وگداز، دعا کی قوت وعادت، ضبط وایثار کی مشق، یہ حج کا صحیح توشہ اور زادراہ ہے، قدم قدم پر اس کی کمی کا احساس ہوگا اور اس کی تلافی کسی مادی ذریعہ سے نہ ہوسکے گی، اس لیے حج کے دوران احرام کی حالت میں، طواف وسعی، قیام منی، وقوف عرفات، رمی جمرات، دعاء وملتزم میں بہت ہی متوجہ الی اللہ ہونا چاہیے اور قبولیت حج کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ سے حج کے اعمال شروع ہوتے ہیں، اس لیے آٹھویں تاریخ کو منی میں جا کر ٹھہریں اور پانچ نمازیں وہاں پر ادا کریں، بہت سے ٹور والے اور معلم حضرات نویں تاریخ کی صبح صادق سے پہلے ہی لوگوں کو منی سے عرفات بھیجنا شروع کردیتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے، نویں تاریخ کی صبح کو میدان عرفات کے لیے چلنا چاہیے، عرفات کے میدان میں ظہر، عصر اکٹھی پڑھی جاتی ہیں، وہ دعا کے قبول ہونے کا مقام ہے، وہاں پر بہت اہتمام اور دلی کیفیات کے ساتھ دعاؤں میں مشغول ہونا چاہیے، عرفات میں وقوف ضروری ہے، پھر جب غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کے لیے چلتے ہیں، تو رات میں جس وقت بھی مزدلفہ پہونچیں، وہاں پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرنی چاہیے، بعض پیدل چلنے والے لوگ تھک جانے کی وجہ سے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مزدلفہ سے پہلے نماز پڑھ لیتے ہیں، یا مزدلفہ سے پہلے ہی پڑاؤ ڈال دیتے ہیں اور آرام کرنے لگتے ہیں، جبکہ ان

کونماز مزدلفہ میں پہنچ کرادا کرنی چاہئے اور فجر کی نماز پڑھ کرسورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منی کے لیے روانہ ہونا چاہئے، پھر رمی جمرات (یعنی شیطان پر) کنکری مارنے کے لیے جانا چاہئے اور مسنون طریقہ سے کنکر مارکر واپس آنا چاہئے، دسویں تاریخ کو صرف آخری جمرہ کی رمی ہوگی اور پہلے اور درمیانی کی رمی نہیں ہوگی اوراس کا وقت دسویں تاریخ کی صبح صادق سے گیارہویں کی صبح صادق تک ہے، رمی کے بعد شکریہ حج کی قربانی کرے، یہ قربانی مفرد کے لیے مستحب ہےاور قارن و متمتع کے لیے واجب ہے، مفرد نے اگر قربانی سے پہلے حجامت بنوائی اوراس کے بعد قربانی کی تو اس پر دم وغیرہ واجب نہیں، البتہ رمی، ذبح سے پہلے اور ذبح، حجامت سے پہلے کرنا مستحب ہے، اورقارن و متمتع پر ذبح حجامت سے پہلے واجب ہے، اس میں لوگوں سے اکثر کوتاہی ہوجاتی ہے ،اس لیے قربانی وحجامت یعنی بال منڈوانے کے مسئلہ کواچھی طرح معلوم کرکے ذہن نشین کرلینا چاہئے؛ کیونکہ بغیر بال منڈوائے احرام سے باہر نہیں آسکتے ،عورت کے لیے صرف سارے بالوں سے ایک انگل کے بقدر بال کٹوانا کافی ہے، اس سے فراغت کے بعد طواف زیارت کرے، یہ طواف رکن اور فرض ہے، اس کو دسویں تاریخ کوکرنا افضل ہےاور بارہویں کے آفتاب غروب ہونے تک جائز ہے، دسویں کو طواف زیارت کرکے مکہ سے منی آجائے، رات کومنی میں رہنا مسنون ہے، گیارہویں تاریخ کو زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارے، پھر بارہویں کو زوال کے بعد اسی طرح رمی جمرات کرے، بارہویں تاریخ کو زوال کے بعد رمی کرکے منی سے مکہ مکرمہ چلا آنا بلا کراہت جائز ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ تیرہویں کو رمی کے بعد آئے، تیرہویں کوبھی زوال کے بعد رمی کا وقت ہے، اس طرح حج پورا ہوجاتا ہے، حج کے بعد جب تک بھی مکہ معظمہ میں قیام رہے، غنیمت اور سعادت سمجھواور حرم شریف میں نمازوں اور نفل طواف کوخدا کی طرف سے انعام سمجھو، اپنے والدین، عزیز واقارب اساتذہ ومشائخ اہل تعلق کونفل طواف کرکے ثواب پہونچاتے رہو، پھر مکہ مکرمہ سے جب رخصتی کا وقت آئے، تو رخصتی کا طواف کرو، جس کا نام طواف صدراورطواف وداع ہے، تیرہویں ذی الحجہ کے بعد اپنی طرف سے، والدین واقارب کی طرف سے اورجس کی طرف سے چاہو عمرہ کرو، عمرہ کا بھی بہت ثواب ہے، حرم میں قرآن شریف کی تلاوت کرو، حرم میں ایک قرآن ختم کرنا بھی مستحب ہے، اہل مکہ کی تعظیم کرو، جہاں تک ہوسکے ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

حج سے فراغت کے بعد روضہ اقدس پر حاضری کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کرنا چاہئے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حج بیت اللہ کیا اورمیری زیارت نہ کی یعنی مدینہ منورہ حاضر نہ ہوا، تو اس نے مجھ پر ظلم کیا، ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص میری زیارت کرے گا، قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا، ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت میرے مرنے کے بعد کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی، ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگئی، ان روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حد درجہ زیارت کی ترغیب دی ہے، اس لیے ہر مسلمان کو یہ سعادت کبری حاصل کرنی چاہئے، اسی لیے تمام حجاج کرام کچھ حج سے پہلے کچھ حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ حاضری دیتے ہیں، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچو تو خوب خشوع وخضوع اور ذوق وشوق پیدا کرواور درودوسلام کی کثرت کرو، دعاؤں کا اہتمام کرواور جس قدر ادب وتعظیم اوراحترام ممکن ہوکرو، اس میں کوتاہی

نہ کرو، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوتو نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ داہنے پیر سے دعاء کے اہتمام کے ساتھ داخل ہو، مسجد میں داخل ہوکر ممبر اور قبر شریف کے درمیان روضہ میں کھڑا ہوکر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھو، بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو، جو حصہ مسجد کے ممبر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ کے درمیان ہے، اس کو روضہ اور ریاض الجنۃ کہتے ہیں، اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے، روضہ میں محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحیۃ المسجد پڑھنا افضل ہے، اگر وہاں موقع نہ ہوتو پھر روضہ میں جہاں جگہ ملے پڑھ لواور سلام پھیر کر خدا تعالی کی حمد وثنا اور شکر ادا کرو اور زیارت کے قبول ہونے کی دعا مانگو اور دو رکعت شکرانہ کی نیت سے بھی پڑھ لو، تحیۃ المسجد سے فارغ ہوکر نہایت ادب کے ساتھ مرقد اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر آؤ، اور دل کو تمام دنیاوی خیالات سے فارغ کرو اور سرہانے کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے، اس سے چار ہاتھ فاصلہ پر کھڑے ہوجاؤ اور قبلہ کی طرف پشت کر کے ذرا بائیں طرف مائل ہوجاؤ، تاکہ روئے انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہوجائے، ادھر ادھر مت دیکھو، نظر نیچی رکھو اور کوئی حرکت خلاف ادب نہ کرو، زیادہ قریب بھی کھڑے نہ ہو، اور جالی کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ، نہ بوسہ دو، نہ سجدہ کرو، اس قسم کی باتیں خلاف ادب واحترام اور ناجائز ہیں، اور سجدہ کرنا شرک ہے، اور یہ خیال کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحد شریف میں قبلہ کی طرف منھ کئے ہوئے آرام فرما ہیں اور سلام وکلام کو سنتے ہیں اور عظمت وجلال کا لحاظ کرتے ہوئے متوسط آواز سے سلام پڑھو، زیادہ زور سے مت چیخو اور بالکل آہستہ بھی مت پڑھو، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرو اور شفاعت کی درخواست کرو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کے بعد ایک ہاتھ داھنی طرف کو ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہوکر سلام پڑھو اور پھر ایک ہاتھ اور داھنی طرف کو ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ کے مقابل کھڑے ہوکر سلام پڑھو، اور جن مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں سلام پیش کیا ہو ان کا سلام پہونچادو، اسی طرح جنھوں نے آپ کے دونوں یار حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کو سلام کہا ہو ان کا سلام پہونچادو، جو حجاج امسال حج کے لیے جارہے ہیں، ان سے درخواست ہے کہ وہ راقم آثم کا سلام بھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اور دونوں خلفاء کی خدمت بابرکت میں پہونچادیں اور خاتمہ بالخیر اور مغفرت کی دعا فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں، اکثر وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعتکاف کی نیت سے گزارو اور پنجگانہ مسجد نبوی میں ادا کرو، مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے، ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہوتو اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھی جائیگی اور عذاب ونفاق سے بھی برأت لکھی جائے گی، اس واسطے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز باجماعت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، اگر ممکن ہوتو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مستقل طور سے اعتکاف بھی کرو اور قرآن شریف ختم کرو اور صدقہ خیرات بھی حسب حیثیت کرو، پھر جب مدینہ منورہ سے واپسی کا وقت آئے تو روضہ اقدس پر حاضر ہوکر سلام کر کے پھر رخصت ہو، پھر اپنے وطن کے لیے رخت سفر باندھو۔

حج سے آنے کے بعد حاجی کی زندگی میں انقلاب آنا چاہئے، اپنے حج کا ہر ایک سے تذکرہ نہ کرے، فخر ومباہات نہ کرے، حج کی تکالیف کا لوگوں سے اظہار نہیں کرنا چاہئے، اعمال صالحہ کا مزید اہتمام ہونا چاہئے، اگر داڑھی نہیں رکھتا تھا تو داڑھی رکھنا چاہئے، بے نمازی تھا، تو نماز کا اہتمام ہونا چاہئے، اور جتنے برے کام پہلے کرتا تھا ان سے باز آنا چاہئے اور استقامت کی دعا کرنا چاہئے اور مثالی زندگی گزارنا چاہئے، اللہ تعالی ہم سب کو مثالی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور حج مبرور نصیب فرمائے اور بار بار بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب فرمائے۔ (آمین)

دعوت فکر

E:\Border\BORDERS\BLACK\1\32.wmf not found.

ملی اتحاد کی اہمیت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مسلمانوں کو دوسری قوموں پر بجا طور پر فخر کا حق ہے کہ ان میں باہمی تعلق وہمدردی، آپسی ربط واخوت کا رجحان ملی اتحاد کا جذبہ دوسروں سے زیادہ اور قوی ہے؛ لیکن معیاری سطح سے وہ دور اور وحدت واتفاق کے فریضہ کی مکمل پابندی میں بہت کوتاہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جس اخوت وبھائی چارگی اور آپسی محبت وہمدردی کا حکم دیا ہے اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ پورا مسلم معاشرہ اس طرح متحد ومتفق ہو جائے کہ اس میں اختلاف وانتشار کا نشان باقی نہ رہے، یہاں تک کہ اگر مشرق ومغرب کے کسی بھی چپہ پر کوئی ناگہانی واقعہ یا حادثہ رونما ہو تو اس کی آہ وکراہ عالم اسلام کے دوسرے کونے میں بآسانی سنی جاسکے، جس سے نہ صرف یہ کہ ان کے قلب وجگر اور احساس وشعور متأثر ہوں، بلکہ وہ اس سے اپنی پوری دلچسپی اور توجہ کا اظہار کریں تب ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے صحیح مصداق قرار پائیں گے کہ ''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس طرح ہے جیسے کوئی مضبوط عمارت ہو کہ اس کے حصے باہم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مضبوط وحدت ہیں اور یہ کہ وہ ایک جسم انسانی کی طرح ہیں کہ اس کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے سارے اعضاء اس کے احساس وتکلیف میں بخار وبے خوابی میں شریک ہوتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ اس وقت مسلمان اس سلسلہ میں سخت کوتاہی کا شکار ہو رہے ہیں، ماضی میں بھی ان سے اس سلسلہ میں کوتاہی ہوئی تھی اگر ماضی میں ان سے اس طرح کوتاہی سرزد نہ ہوئی ہوتی تو اندلس سے ان کی جلاوطنی کا اندوہناک حادثہ پیش نہ آتا جو ان کی شاندار اور پرعظمت تاریخ رہنے اور یورپ میں ان کے رعب ودبدبہ قائم ہونے اور صدیوں باقی رہنے کے باوجود پیش آیا۔

حکومت اندلس کے آخری ایام میں مسلم معاشرہ جس زوال کا شکار ہوا، آج متعدد ممالک میں مسلمانوں کی صورت حال اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، ان پر چاروں طرف سے دشمنان اسلام کی یلغار ہے، وہ ان کی اسلامی شان وشوکت کا خاتمہ کرنے اور ان کے اسلامی تشخصات وامتیازات کو مٹانے کے درپے ہیں، جس سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنی تہذیب وتمدن، کلچر وثقافت، حتیٰ کہ اپنے افکار ونظریات تک سے دستبردار ہو جائیں اور اپنا وطن چھوڑ کر کہیں اور جا بسیں یا پھر ظلم وتشدد کا نشانہ بن کر اور مخالفانہ کارروائیوں اور جبر وزیادتی کے اثر سے اپنا تشخص کھو دیں اور ان کا وجود بحیثیت ایک ملت کے ختم ہو جائے۔

دشمنان اسلام اس ناپاک مقصد کی تکمیل کے لیے مدتوں سے کوشاں ہیں، لیکن اسلام کا (جو اللہ تعالیٰ کا دائمی اور ابدی دین ہے) یہ ایک معجزہ ہے، کہ اسلامی روح اور جذبۂ ایمانی مسلمانوں کے دلوں میں برابر جاگزیں رہا ہے، اس نے ان کو کسی بھی ظلم وتشدد کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے دیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید کی امید میں ان روح فرسا مظالم کے آگے صبر واستقامت کا انھوں نے بڑا ثبوت دیا اور جیسے ہی ظلم وتشدد کے شعلے ٹھنڈے پڑے فوراً ہی ان میں روح ایمانی کی خوابیدہ چنگاری بھڑک اٹھی، چنانچہ سوویت ممالک میں مسلم جمہوریائیں اس کا بین ثبوت ہیں کہ وہاں کچھ نہ کچھ مسلمان اپنے مذہب کے حقیقی وفادار اور اسلام کے سچے مخلص بنے رہے اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام واوامر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا

رہے بلکہ خفیہ طور سے اس امانت کو اپنے سینوں سے لگائے رہے، اس پر مزید یہ کہ چیچنیائی اور بوسنیائی مسلمانوں نے بھی پوری جوانمردی وشجاعت اور بہادری کا ثبوت دیا اور اپنے دشمنوں کے سامنے ڈٹے رہے اگر برادران اسلام نے ان کا تعاون کیا ہوتا اور ان کے دکھ درد کو محسوس کرنے میں ان کے برابر کے شریک رہے ہوتے اور حتی المقدور ان کے استحکام کی کوشش کرتے رہتے تو اس سے نہ صرف یہ کہ ان کی طاقت وہمت اور ثابت قدمی واولوالعزمی میں اضافہ ہوتا اس طرح وہ جن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں ان کا وہ پوری جوانمردی وجانبازی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہیں گے اور اپنے اس عظیم کردار سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط اور آہنی قلعہ ثابت ہوں گے۔

بلاشبہ مسلمانوں نے ایک حد تک اس ذمہ داری کو نبھایا اور دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مسلم برادریوں نے اتحاد واتفاق کا ایسا مظاہرہ کیا جس سے مسلمانوں کے مسائل ومشکلات کو حل کرنے میں خاصی مدد ملی اور اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور یہ اللہ تعالی کا فضل وکرم ہے کہ فلسطینی وافغانی، صومالی، فلپائنی مسلمانوں کے اتحاد واتفاق ہی کے نتیجہ میں ان میں مصائب ومشکلات کا مقابلہ کرنے اور سختیاں برداشت کرنے کی جرأت وہمت پیدا ہوئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے استحکام وثابت قدمی کی راہ میں عربوں نے ایک بے نظیر کارنامہ اور قابل قدر ولائق تعریف خدمات انجام دی ہیں اور انہیں کے دم سے بہت سے مظلوم ومقہور اور اپنے حقوق سے محروم طبقوں کو دشمنوں کے زبردست حملوں کے باوجود اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے اسلامی تشخص وامتیاز پر قائم رہنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

انہیں تمام کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس وقت تمام مسلم طبقوں میں اور خصوصاً تعلیم یافتہ حلقوں میں اسلامی بیداری کی ایک لہر دوڑنا شروع ہوگئی جس کی وجہ سے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنے لیے حرز جاں تصور کرنے لگے اور اس سے رشد وہدایت کی روشنی اسی طرح حاصل کرنے لگے ہیں، جس طرح ان دینی پیشواؤں اور مسلم مفکرین ومصلحین سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں جو اسلامی جذبات واحساسات کو بیدار کرنے اور دینی وروحانی غذا فراہم کرنے کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مغرب اپنے اسلام دشمن وکینہ پرور شاگردوں کے ذریعہ اسلامی وقار کو مجروح کرنے کے لیے جو کوشش کررہا ہے اس کے نتیجہ میں تعلیم یافتہ نوجوانوں میں ایک پراثر ردعمل کا اظہار ہورہا ہے، فرزندان اسلام کا یہ آپسی تعاون ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی وحسن سلوک یقیناً اسلامی بیداری کے لیے مزید تقویت کا باعث ہوگا اور ان کا یہ ربط وتعلق اور باہمی نصرت وامداد کا دائرہ جتنا وسیع ومضبوط تر ہوگا، اتنے ہی بہتر اور خوشگوار ثمرات ونتائج پورے عالم اسلام پر مرتب ہوں گے۔

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، کہ آج مسلمان سامراجی ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں، ان دشمنوں کا اصل مقصد مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنا نہیں؛ بلکہ مذہب اسلام اور اسلامی تشخصات وامتیازات کو مٹانا ہے، یہی عصر حاضر کا سب سے بڑا خطرہ اور چیلنج ہے جس کا مقابلہ کرنا وقت کا سب سے اہم اور اولین فریضہ ہے، اس فریضہ کو انجام دینے کے دو ہی طریقے ہیں: پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ دشمنوں کے ذہنی وفکری غلبہ وتسلط کا مقابلہ مادی وسائل وذرائع سے کیا جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی اساسی وبنیادی تعلیمات کو اس طرح جاگزیں کیا جائے کہ ان میں اسلام کی عطا کردہ تہذیب وتمدن، افکار ونظریات پر فخر کرنے کا جذبہ اس حد تک کارفرما ہوجائے کہ مسلم تعلیم یافتہ طبقہ دشمنان اسلام کی طرف سے ہونے والے ذہنی وفکری حملوں کو روکنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر محاذ آرا ہو۔

ایک لمحہ کے لیے بھی ہمیں یہ حقیقت فراموش نہ کرنا چاہئے کہ دشمنان اسلام اور شر پسند طاقتوں کی تعداد مسلم طاقتوں سے کہیں زیادہ ہے، لہٰذا اب اگر مسلمانوں نے حکمت عملی اور سمجھوتے کے ساتھ اپنی کوششوں کو آگے نہ بڑھایا تو پھر جن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اس سے چھٹکارا نہ حاصل کرسکیں گے۔

////☆☆☆☆////

افکار

ساتویں قسط

وصایا مفکر اسلام

مولانا محمود حسن حسنی ندوی مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور

ڈاکٹروں او رمعالجوں کووصیت:

معالجین اور ڈاکٹر حضرات کے ایک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے یہ وصیت فرمائی کہ ''صرف دو باتیں کہتا ہوں ایک تو یہ کہ اپنی نیت اللہ کی رضا رکھیں اور یہ یقین جمائیں کہ ہم عبادت میں مشغول ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں؛ بلکہ فتوی دیتا ہوں کہ آپ عبادت میں مشغول ہیں اور عبادت بھی افضل عبادت، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے "من نفس عن مومن كربة نفس الله عنه كربته يوم القيامة (جو یہاں کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے گا، اللہ اس کی تکلیف کو قیامت کے دن دور کرے گا"الله فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخيه " (اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے) اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اسلام دین توحید ہے اس سلسلہ میں حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالی قیامت میں بعض لوگوں سے فرمائے گا کہ اے فلاں میں بیمار ہوا تھا، تو مجھے دیکھنے نہیں آیا تھا تو وہ کہے گا بارالہا! کیا آپ بیمار ہو سکتے ہیں؟ کہے گا نہیں، میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اسے دیکھنے جاتا تو مجھے وہاں پاتا اس سے بڑھ کر مرتبہ نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں تھوڑا سا اخلاق بھی شامل کردیں اور تھوڑی سی محبت اور دین کا بیج ڈال دیں، جو کبھی نہ کبھی کام آئے گا، اتنا ہی کہدیں کہ اللہ شفا دیتا ہے، بھائی اس دوا وغیرہ میں کچھ نہیں، نہ ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے، شفا دینے والا اللہ ہی ہے، جیسے ہمارے یہاں حکماء "هـو الشـافی" لکھا کرتے ہیں، اتنا ہی کہدیں، پھر انشاء اللہ شفا ہوگی، تو اس کے دل میں نور ایمان پیدا ہوجائے گا، میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور خاص طور پر صدر صاحب کو اور اسلامک فاونڈیشن کے ذمہ داروں کو کہ انھوں نے بہت صحیح انتخاب کیا، یہ صرف ملک کی خدمت نہیں ہے، دین کی بھی خدمت ہے، یہ شفاخانے اور یہ میڈیکل سنٹر قائم کررہے ہیں، ان میں سے کئی قائم ہو چکے اور کئی قائم کرنے کا ارادہ ہے، اللہ تعالی اس کو مکمل کرے، مریض آپ کے پاس آئیں، ہمارے مسلمان ڈاکٹروں کے پاس آئیں دوا بھی پائیں، دعا بھی پائیں اور شفا بھی پائیں، جسم کی دوا اور روح کی شفا آپ کے اخلاق ہی سے وہ بہت کچھ متاثر ہوجائیں گے۔

میں یہ بھی کہوں گا کہ غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی اخلاق برتیں، کوئی فرق نہ کریں، اس میں مذہب کی کوئی تفریق نہ کریں، ان کو بھی اللہ کا بندہ سمجھیں اور یہ سمجھیں کہ اللہ نے ان کو بنایا ہے اور ان کے اچھے ہوجانے سے ان کا بنانے والا خوش ہوگا اور ہمیں اس پر ثواب ملے گا، آپ بالکل تفریق نہ کریں، بلکہ اگر ایسا ہو تو یہ نہیں کہ پہلے مسلمانوں کو دیکھیں پھر ان کو بلائیں کہ آپ ذرا ٹھہریئے یہ نہیں، یہ بھی ان کو نہ محسوس ہو کہ آپ کوئی فرق کرتے ہیں۔

خواتین کا کردار بھی اس سلسلہ میں مردوں سے کم نہیں؛ بلکہ وہ زیادہ خدمت کرسکتی ہیں اور ایسے دلوں کو وہ اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہیں جن کو مرد نہیں لے سکتے، اس شعبہ میں زیادہ ضرورت ہے اور اس میں بڑی کمی ہے، ہمارے ہندوستان میں بھی بڑی کمی ہے، ان بہنوں کی، ان خواتین کی جو خدمت کرسکیں اور بیماروں کو بہت نازک موقعوں پر سنبھال سکیں۔

☆☆☆☆☆☆

عبادات

حج بیت اللہ
ایک جامع اور ہمہ گیر عبادت ہے

مولانا اسرار الحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن نئی دہلی

''حج'' ایک اہم ترین عبادت اور اسلام کا بنیادی ستون ہے، حج ہر اس مسلمان پر فرض ہے، جو بیت اللہ تک آنے جانے کے اخراجات کی استطاعت رکھتا ہو، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے''اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس (کے) گھر (خانہ کعبہ) تک پہنچنے کی وسعت اور قدرت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے'' (آل عمران :۹) حج زندگی میں صرف ایک بار صاحب استطاعت مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے، حج مسلمانوں پر اس لیے فرض کیا گیا ہے، کہ یہ ایک جامع اور ہمہ گیر عبادت ہے اور اسلام کے نظام عبادت کو مکمل کرنے والا ہے، اس عبادت میں مال بھی خرچ ہوتا ہے، اس عبادت میں جسمانی محنت بھی کرنی پڑتی ہے، اس عبادت میں عاجزی، تقوی، عبدیت اور قربانی کے تمام جذبات بھی موجود ہوتے ہیں، حج کرنیوالا شخص کامل طور سے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے وہ اپنے گھر، اپنے بیوی بچوں، اپنے رشتے داروں اور دوستوں سب کو چھوڑ کر اللہ کے پاک گھر میں اللہ کی رضا کی تڑپ لے کر حاضر ہوتا ہے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر وہ محض اللہ کی خوشنودی کا طالب ہوتا ہے، اس کی آرزو ہوتی ہے، کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے، وہ اس عبادت میں کچھ اس طرح منہمک ہوتا ہے کہ نہ اسے بھوک و پیاس کا احساس ہوتا ہے، نہ اسے اپنے کپڑوں کا احساس ہوتا ہے، بس وہ تو گرد آلود، تھکا ماندہ لبیک کی صدائیں بلند کرتا ہے۔

حج کے لغت کے اعتبار سے جو معنی بیان کیے جاتے ہیں وہ ''زیارت کا ارادہ کرنے کے ہیں'' اصطلاح شرع میں حج اس عبادت کا نام ہے جو زندگی میں ایک بار بیت اللہ کے طواف اور مخصوص ارکان کی ادائیگی کو پورا کر کے کی جاتی ہے، حج کے ارکان ذی الحجہ کی مخصوص تاریخوں میں ادا کیے جاتے ہیں، یعنی ایسا نہیں کہ کسی بھی مہینہ یا دنوں میں حج ادا کرلیا جائے، بلکہ حج کی ادائیگی کے ایام متعین ہیں، انہیں میں حج کی ادائیگی ہوسکتی ہے۔

قرآن وحدیث میں حج کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، حج کے دوران انسان کس طرح کے فائدوں کو حاصل کرنے والا ہوتا ہے، اور کیسی کیسی برکتیں اس کو حاصل ہوتی ہیں، اس کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے، ''اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ آپ کے پاس دور دراز مقامات سے پاپیادہ اور دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں'' (الحج ۲۸/۲۷) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج بیت اللہ کے دوران جو فائدے انسانوں کو حاصل ہوتے ہیں ان کا ایک حاجی بہت اچھی طرح سے مشاہدہ کرسکتا ہے، جیسا کہ حج کا ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ انسان حج کے دوران اپنے مقصد حقیقی کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالی کی خوشنودی کو پانیوالا ہوتا ہے، کیونکہ حج کے بعد اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حاجی کو اس بات کا احساس ہوتا ہے، کہ وہ اللہ کے یہاں حاضر ہے، اس دوران وہ صرف اللہ کی توحید کے نعرے بلند کرتا ہے اور اس کا ذہن دنیا و مافیہا سے ہٹ جاتا ہے، تیسرا فائدہ یہ ہے کہ حج سے تزکیہ نفس کا مقصد بھی

حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ دوران حج بہت سی چیزوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے، جن سے اس کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج اور عمرہ کے لیے جانے والے اللہ تعالی کے خصوصی مہمان ہیں، وہ اللہ سے دعا کریں تو وہ قبول فرماتا ہے اور مغفرت چاہیں تو بخش دیتا ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو جنت کی ضمانت قرار دیا ہے، یعنی جو شخص اللہ کے لیے حج کرے، اس کی نیت بھی خالص ہو، وہ شخص جنت کا مستحق ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص صاحب استطاعت ہونے کے باوجود بھی حج کرنے سے غفلت برتتے تو اس کے بارے میں قرآن نے اس کی اس روش کو کفر کی روش قرار دیا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ''اور جس کسی نے کفر کی روش اختیار کی تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی جہان والوں سے بے نیاز ہے'' (آل عمران: ۹۷) اب اندازہ کیجئے کہ حج کتنی اہم عبادت ہے۔

حج میں اللہ کے گھر کا طواف کیا جاتا ہے، ''طواف'' حج کا اہم ترین رکن ہے، اس رکن کی ادائیگی کے بعد ہی حج کی تکمیل ہوتی ہے، اللہ رب العزت فرماتا ہے ''اور انہیں چاہئے کہ اس قدیم ترین گھر کا طواف کریں'' مزدلفہ میں قیام اور عرفات میں جانا بھی حاجی کے لیے اہم ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ''پھر جب عرفات سے پلٹو تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اسی طرح یاد کرو جس کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ورنہ اس سے پہلے تو تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے'' (البقرہ: ۱۹۸) حجاج کرام کے لیے عرفات جانا بھی ضروری ہے، ارشاد باری ہے ''پھر تم (اہل مکہ) بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے معافی چاہو بلا شبہ اللہ معاف فرمانے والا اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے'' (البقرہ: ۱۹۹) جس طرح مزدلفہ میں قیام کے بارے میں تاکید کی گئی ہے، اسی طرح منی میں بھی قیام کا حکم کیا گیا ہے، منی میں قیام گیارھویں، بارھویں، تیرھویں ذی الحجہ کو کیا جاتا ہے، حج سے فراغت کے بعد ان دنوں میں منی میں قیام کیا جاتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے ''اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے ان چند دنوں میں، پھر جو کوئی (منی سے) واپسی میں جلدی کرے اور دو ہی دن میں پلٹ آئے، تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں اور جو کچھ دیر زیادہ ٹھہر کے پلٹے تو بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ یہ دن اس نے تقوی کے ساتھ بسر کیے ہوں اور بچو! اللہ کی نافرمانی سے اور یقین رکھو کہ ایک دن اس کے حضور تم سب کو پیش ہونا ہے'' (البقرہ: ۲۰۳) منی میں دو دن بھی قیام کیا جا سکتا ہے، گویا منی میں دو دن قیام ہو یا تین دن مگر یہ وقت اللہ کی یاد میں گزرنا چاہئے، صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا بھی مناسک حج میں سے ہے، زمانہ جاہلیت میں جب کہ بت پرستی کا دور دورہ تھا، چپہ چپہ پر بت رکھ دیے گئے تھے، خود خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، اسی طرح بت پرستوں نے کچھ صفا اور مروہ پر بھی بت رکھ دیے تھے، جب کچھ زمانہ گزر گیا تو یہ سمجھا جانے لگا کہ کوہ صفا اور مروہ پر سعی ان بتوں کے طواف کا نام ہے، جب اسلام آیا لوگ مسلمان ہوئے اور حج کے دوران کوہ صفا اور کوہ مروہ کی سعی کو برقرار رکھا گیا تو مسلمانوں کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی کہ شاید کوہ صفا اور مروہ کی سعی تو ایام جاہلیت کا اضافہ ہے اور غالبا مناسک حج سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس غلط فہمی کو قرآن نے دور کر دیا، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ''بلا شبہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے'' (البقرہ: ۱۵۸)

کوہ صفا اور مروہ کی سعی اس وقت کو یاد دلاتی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مشیت ایزدی کے مطابق اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے معصوم بچے حضرت اسماعیل کو بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں چھوڑ گئے تھے، جہاں نہ انسان بستے تھے، نہ وہاں چرند و پرند رہتے تھے، دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا، حضرت ہاجرہ کے پاس جب پانی ختم ہو گیا اور ننھے سے اسماعیل کو پیاس کی شدت محسوس ہونے لگی تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش کے لیے نکلیں، مگر پانی کا کوئی نام ونشان نظر نہ آیا، وہاں موجود کوہ صفا پر چڑھیں کہ شاید اس بلندی سے کہیں پانی دکھائی

دے جائے ،مگر وہاں سے بھی پانی نظر نہ آیا، دوسرے پہاڑ کوہ مروہ پر چڑھیں کہ یہاں سے کوئی پانی کا سراغ ملے،مگر وہاں سے بھی پانی کا نام ونشان دکھائی نہ دیا، نیچے آئیں پھر حضرت اسماعیل کی پیاس کو دیکھا تو پھر کوہ صفا پر چڑھیں،اس کے بعد بھی ناکام رہیں، پھر کوہ مروہ پر گئیں؛ لیکن پانی کا نام ونشان نہ دکھائی دیتا تھا،حضرت ہاجرہ بے چین وبے قرار تھیں اوراسی بے چینی میں پانی کی تلاش میں کبھی وہ کوہ صفا پر چڑھتی تھیں اور کبھی کوہ مروہ پر،اس طرح حضرت ہاجرہ سات مرتبہ کوہ صفا پر چڑھیں، اتریں اورسات بارکوہ مروہ پر،اس کے بعد جب ننھے اسماعیل کے پاس گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاؤں کے نیچے سے پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے، جلدی جلدی انہوں نے اس کے گرد مٹی لگائی،غرض یہ کہ حضرت ہاجرہ کا بار بار کوہ صفا پر چڑھنا اللہ کو بے حد پسند آیا اورحج کے دوران کوہ صفاومروہ کی سعی سے اس منظر کی یادتازہ ہوجاتی ہے۔

دوران حج شعائر اللہ کا احترام کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ زبردست تربیت کا زمانہ ہوتا ہے،اس زمانہ میں شکار کرنا منع ہے،اللہ تعالی فرماتا ہے’’اوراے مومنو! خداپرستی کی ان نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، نہ حرمت کے مہینوں کی بے حرمتی کرو، نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو، نہ ان جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذرخداوندی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ ان لوگوں کی راہ میں رکاوٹیں ڈالو جو اپنے پروردگار کے فضل کی تلاش اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مکان محترم (کعبہ) کی طرف جارہے ہوں‘‘(المائدہ:۲)

شعائر اللہ کے احترام سے تقوی کا مقصد حاصل ہوتا ہے اورحج کے دوران جن ارکان کی ادائیگی کی تکمیل کی تاکید کی گئی ہے،ان سے انسان تقوی کے قریب ہوتا ہے اور جو شخص متقی وپرہیز گار ہوجائے وہ یقیناً کامیاب وبامراد شخص ہے، اللہ سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتا ہے’’اور جو خداپرستی کی ان نشانیوں کا احترام کرے جو خدانے مقرر کی ہیں تو یہ دلوں کے تقوی کی بات ہے‘‘(الحج:۳۲) حج کے دوران بندے کو اس طرح تربیت کرنے کا موقع ملتا ہے کہ وہ متقی وپرہیزگار بن جائے اوراللہ کے لیے ہر چیز کی قربانی کے لیے تیار ہوجائے، وہ اللہ کے لیے سخت محنت کرکے کوہ صفا اور کوہ مروہ پر سعی کرے، وہ کبھی مزدلفہ جائے، کبھی عرفات میں پہنچے اور کبھی منی میں قیام کرے،کبھی کنکری مارے، وہ بیت اللہ کا طواف بھی کرے اور پوری مستعدی کے ساتھ تمام ارکان کو پورا کرے، ساتھ ہی اسے اس بات کی بھی تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو پورے طور پر کنٹرول میں رکھے، شکار بھی نہ کرے، کسی جاندار چیز کو بھی نہ ہلاک کرے، بال اور ناخن بھی نہ کٹوائے اور وہ محسوس کرے کہ اس کا زیب وزینت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس کے لیے احرام باندھنا ضروری ہے، جو سلا ہوا نہ ہو، بلکہ صرف چادر ہو، ایسے ہی اس تربیت کے دوران اسے اپنی نفسانی خواہشات پر قابو رکھنے کی بھی تاکید کی گئی ہے، دوران حج میاں بیوی کے درمیان مخصوص تعلق قائم کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ایسی باتیں کرنے کی بھی اجازت نہیں جو انسان کی نفسانی خواہشات کو بھڑکانے والی ہوں، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے’’حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں، جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران میں شہوانی باتیں نہ ہوں اور نہ اللہ کی نافرمانی کی باتیں ہوں‘‘(الحج:۱۹۷)

قلم کار حضرات متوجہ ہوں

ماہنامہ’’نقوش اسلام‘‘ کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، دعوتی اورتاریخی مضامین ارسال فرماکر دعوت وارشاد اوراصلاح معاشرہ کے اس کارخیر میں اپنا حصہ بنائیں اور ثواب کے مستحق ہوں، مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں، مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اورعلمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں، مضامین میں حوالہ جات کا خصوصی لحاظ رکھیں، مضامین کی اصلی کاپی ہی ارسال کریں، فوٹو اسٹیٹ اپنے پاس محفوظ رکھیں، مضامین ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں واپس کرنے سے ادارہ معذور ہوگا۔(ادارہ)

اقبالیات

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے

محمد بدیع الزماں، ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پھلواری شریف پٹنہ

اس مضمون کا عنوان اقبال کے مجموعۂ کلام ''بانگ درا'' کی غزلیات حصہ اول (یعنی ۱۹۰۵ء کے قبل جب اقبال لاہور کے مقامی کالج کے طالب علم تھے) کے درج ذیل شعر کا ایک مصرعہ ہے جو شعر کہ قرآن کی روشنی میں موضوع گفتگو ہے۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

اس شعر میں اقبال نے ''عبادت'' کی اصل حیثیت کا نکتہ ذہن نشیں کرایا ہے، جو اس مضمون کا موضوع ہے، خدائے تعالی کا ارشاد ہے ''میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ (الذّٰریٰت ۵۶)

صرف جن اور انسانوں کو مخاطب کر کے ایسا فرمایا جانا اس لیے ہے کیونکہ زمیں پر صرف یہی دونوں ایسی مخلوق ہیں جن کو یہ آزادی بخشی گئی ہے کہ اپنے دائرہ اختیار میں وہ اللہ تعالی کی بندگی کرنا چاہیں تو کریں ورنہ وہ اللہ کی بندگی سے منہ موڑ کر دوسروں کی بندگی کر سکتے ہیں جن کا خمیازہ انہیں روز حشر بھگتنا ہوگا، خواہ اس سے منہ موڑنے سے انہیں دنیوی فوائد ہی کیوں نہ حاصل ہوئے ہوں، جن اور انسانوں کو چھوڑ کر دنیا میں خدا کی پیدا کردہ جتنی مخلوقات ہیں انہیں اس نوعیت کی آزادی نہیں بخشی گئی ہے۔

متذکرہ بالا آیت میں ''عبادت'' کا لفظ محض نماز، روزہ اور اسی نوعیت کی دوسری عبادات کے معنی میں نہیں استعمال کیا گیا ہے، گرچہ نماز، روزہ، تسبیح وتہلیل بھی اسی مفہوم میں شامل ہیں، مگر یہ اس کا پورا مفہوم نہیں، اس کا پورا مفہوم یہ ہے کہ جب واقعہ یہ ہے کہ ربوبیت بالکلیہ خدا کی ہے، تو اس کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ انسان صرف اللہ کی عبادت کرے، ربوبیت کا لفظ تین مفہوم پر مشتمل ہے، یعنی پروردگاری، مالکی اور آقائی اور فرمانروائی، اسی طرح اس کے بالمقابل عبادت کا لفظ بھی تین مفہومات پر مشتمل ہے، یعنی پرستش، غلامی اور مکمل اطاعت، ربوبیت کے ان ہی عناصر کے پیش نظر عبادت کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ: ''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا انتظام چلا رہا ہے، کوئی شفاعت (سفارش) کرنے والا نہیں ہے، الا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے، یہی اللہ تمہارا رب ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، پھر کیا تم ہوش میں نہ آ ؤ گے؟۔ (یونس ۳)

اس آیت کے آخری فقرہ کی تنبیہ سے خدا کی مراد یہ ہے کہ جب ربوبیت کی حقیقت انسان کے سامنے کھول دی گئی تو اس حقیقت کی موجودگی میں انسان کے لیے صحیح طرز عمل کیا ہونا چاہئے، اگر پھر بھی انسان آنکھیں نہ کھولے اور خدائی کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا رہے اور دنیا میں اپنا طرز عمل اس حقیقت کے خلاف رکھے تو پھر وہ روز حشر خدا کے عذاب کا منتظر رہے۔

اقبال جب یہ کہتے ہیں کہ: ''سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے'' تو اس سے ان کی مراد وہ خام سیرت، مضطرب العقیدہ اور بندۂ نفس

لوگ ہیں جو خدا کی خدائی، فرمانروائی اور حاکمیت قبول تو کرتے ہیں مگر اس فائدے کی شرط کے ساتھ کہ ان کی مرادیں پوری ہوتی رہیں اور خدا کا دین ان سے کسی قربانی کا مطالبہ نہ کرے اور نہ دنیا میں ان کی خواہش پوری ہونے سے رہ جائے، لیکن جہاں کوئی آفت آئی یا خدا کی راہ میں کسی مصیبت ومشقت اور نقصان سے سابقہ پیش آیا یا کوئی تمنا پوری ہونے سے رہ گئی پھر ان کو خدا کی خدائی، رسولؐ کی رسالت اور دین کی حقانیت کسی چیز پر بھی اطمینان نہیں رہتا اور وہ ہر آستانے پر جھکنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، جہاں سے ان کو فائدہ کی امید اور نقصان سے بچ جانے کی توقع ہو، ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے: ''اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے اگر فائدہ ہو تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آ گئی تو الٹا پھر گیا، اس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی، یہ ہے صریح خسارہ۔(الحج ۱۱)

عبادت اور اطاعت کے معاملہ میں اقبال نے اسی آیت کو اس طرح نظم کیا ہے۔

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

(ضرب کلیم ''سلطان ٹیپو کی وصیت'')

نتیجہ سے بے پروا ہو کر بے چوں و چرا اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے خدائے واحد کی بندگی کی جانی اللہ کا حق ہے، فرمایا گیا ہے۔

''اے نبیؐ! یہ کتاب (قرآن) ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے، لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو، دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، خبر دار، دین خالص اللہ کا حق ہے۔(الزمر، ۱تا۳)

دعا اور استمداد واستعانت اپنی حقیقت کے اعتبار سے عبادت ہی میں شامل ہیں۔

اس لیے رہنمائی اور تائید، نصرت اور نگہبانی وحفاظت کے لیے خدا ہی سے دعا مانگنی عبادت میں داخل ہے، مگر یہاں بھی دین کو اللہ کے لیے خالص رکھ کر ہی دعا مانگنے کی شرط رکھی گئی ہے، ارشاد ہے''اور اسی کو پکارو، اپنے دین کو اسی کے لیے خالص کر لو۔(الاعراف ۲۹)

''سوداگری'' ایک تجارتی اصطلاح ہے، کسی بھی تجارت میں جب انسان اپنا من، تن اور دھن لگاتا ہے، تو اس کی نظر ہر وقت اس تجارت کی ''پرافٹ اینڈ لاس اکاونٹ'' اور ''بیلینس شیٹ'' پر رہتی ہے، اقبال نے دانستہ طور پر زیر تجزیہ شعر میں ''سوداگری'' کا لفظ استعمال کیا ہے، یہ شعر جیسا کہ میں نے اس مضمون کے شروع میں کہا ہے کہ ان کے لاہور کے مقامی کالج میں طالب علمی کے زمانہ کا ہے، مگر کچھ ہی عرصہ بعد ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء جب اقبال کا قیام اعلیٰ تعلیم کے سلسلہ میں جرمنی اور انگلینڈ میں رہا تو اس قیام کے دوران بھی ''سوداگری کی اصطلاح استعمال کر کے انہوں نے ''عبادت'' کے ''بیلنس شیٹ'' پر مؤثر پیرایہ میں یہ قرآنی نکتہ پیش کیا۔

نہیں جنس ثواب آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے، خسارے میں

(بانگ درا ''غزلیات حصہ دوم)

اقبال نے اس شعر میں یہ نکتہ ذہن نشیں کرایا ہے کہ اگر ایسی عبادت دنیوی فلاح کے لیے بھلے موجب نہ بھی بنے مگر اخروی نتائج تو بہرحال سودمند ہیں کیونکہ دنیا کی چندروزہ زندگی میں خسارہ اٹھا کر آخرت کی دائمی زندگی میں فلاح نصیب ہو جانا ہی نتیجہ کے لحاظ سے، ایک انسان کی کامیاب زندگی کا حاصل کہی جائے، اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں سورۃ الصّف کی درج ذیل آیات ۱۰ تا ۱۳ کی ترجمانی کی ہے، فرمایا گیا ہے، جن میں سوداگری اور تجارت کی باتیں وارد ہیں:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو میں بتادوں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچادے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو، اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ابدی قیام کی جنتوں میں بہترین گھر عطا فرمائے گا، یہ ہے بڑی کامیابی

اور وہ دوسری چیز جو تم چاہتے ہو وہ بھی تمہیں دے گا، اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح، اے نبیؐ اہل ایمان کو اس کی بشارت دے دو"۔

دیگر مواقع پر بھی ایسی "تجارت" کے "بیلینس شیٹ" کے متعلق فرمایا گیا ہے: "جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے، اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں، یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے متوقع ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا (اس تجارت میں انہوں نے اپنا سب کچھ اس لیے کھپایا ہے) تا کہ اللہ ان کے اجر پورے کے پورے ان کو نواز دے اور مزید اپنا فضل ان کو عطا فرمائے، بے شک اللہ بخشنے والا اور قدر رداں ہے (خاطر ۲۹،۳۰)

ان سارے قرآنی ارشادات کی روشنیوں میں اقبال اپنے زیر تجزیہ دونوں اشعار میں یہ باتیں ذہن نشین کراتے ہیں کہ خدا کی عبادت کوئی بزنس یا سوداگری نہیں جہاں خدا کی عبادت صرف دنیوی فلاح ہی کی خاطر کی جائے، اگر یہ نقطہ نظر ہے تو یہ عبادت نہیں سوداگری ہے اور بغرض محال اسے سوداگری اور تجارت کے معنی ہی میں لیا جائے تو یہ ایسی سوداگری اور تجارت ہے جہاں اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان لا کر دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے خدا کے بنائے ہوئے قانون یعنی قرآن مجید کو دستور حیات مان کر اور رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں جانی اور مالی قربانیاں دے کر اگر خسارہ ہی سامنے نظر آ رہا ہو تو اخروی نتائج میں کامیابی حاصل کرنے کی خاطر اس خسارہ کو ابدی نفع ہی سمجھا جائے، کیونکہ دنیوی فوائد کی خاطر اخروی زندگی میں دیوالیہ ہو جانا ہوشمندی نہیں۔

///// ☆☆☆☆☆ /////

﴿ بقیہ صفحہ ۴۵ کا............ ﴾

انسان کی شرافت اور کرامت برباد ہونے کے انتظامات ہو گئے، برائی کی ترقی بھی کیا کوئی ترقی ہے، ایسی ترقی تو شیطان اور اس کے دوستوں کو پسند ہوتی ہے، برائی کی ترقی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مخلصین ومؤمنین ومؤمنات کو پسند نہیں ہوتی۔

بے پردگی کی وجہ سے جھنم کا عذاب:

حافظ شمس الدین ذہبی نے اپنی مشہور کتاب "الکبائر" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہے، جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ اور کس بنا پر آپ اتنا رو رہے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا "میں نے شب معراج میں اپنی امت کی عورتوں کو جہنم کے اندر قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا دیکھا اور ان کو جو عذاب ہو رہا تھا وہ اتنا شدید اور ہولناک تھا کہ اس عذاب کے تصور سے مجھے رونا آ رہا ہے"۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی کہ میں نے جہنم کے اندر عورتوں کو کس کس طرح عذاب میں مبتلا دیکھا، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا "میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں کے ذریعہ جہنم کے اندر لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا ہے" اور مزید پانچ عورتوں کے عذاب کی تفصیل بیان فرمائی، اس کے بعد حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ ابا جان ان عورتوں پر یہ عذاب ان کے کون سے اعمال کی وجہ سے ہو رہا تھا، ان کے کون سے ایسے اعمال تھے جن کی وجہ سے آپ نے ان کو اس ہولناک اور دردناک عذاب میں مبتلا دیکھا؟ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس عورت کو میں نے سر کے بالوں کے ذریعہ جہنم میں لٹکا ہوا دیکھا اور جس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا تھا، اس کو یہ عذاب گھر سے باہر ننگے سر جانے کی وجہ سے ہو رہا تھا وہ عورت نامحرم مردوں سے اپنے سر کے بال نہیں چھپاتی تھی"۔ ///// ☆☆☆ /////

مکتوبات اکابر

مکتوبات فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ایک نیاز مند کے نام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی کی شہرت مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے زمانہ قیام میں سنی تھی اور معلوم ہوا تھا کہ ہندوستان کے دو مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ دونوں حضرت مفتی صاحب کے شاگرد ہیں اور حضرت مفتی صاحب کا یہ مقولہ بھی وہیں سنا تھا کہ اگر اللہ تعالی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو، تو صدیق اور ابرار الحق کو پیش کردوں گا۔ واللہ اعلم

رائے پور سے ایک چھٹی کے موقعہ پر دیوبند جانا ہوا اور چھتہ مسجد کے احاطے میں حضرت مفتی صاحب کی قیام گاہ پر حاضری ہوئی، کھانے کا وقت تھا، دستر خوان لگا ہوا تھا، حضرت مفتی صاحب بھی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، گرمی کا زمانہ تھا لنگی اور بنیان میں تھے، ہم لوگوں کو بھی کھانے میں شریک ہونے کا موقع ملا، حضرت مفتی صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے صرف زیارت ہی ہوئی، پھر اچانک ہی مفتی صاحب کو درد محسوس ہوا، خادم نے حضرت مفتی صاحب کو اندر لٹا دیا اور ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوگئے، یہ بات غالباً ۱۴۱۴ھ ہجری کی ہے، اس کے بعد حضرت مفتی صاحب سے خط وکتابت شروع کی جن میں سے چھ خطوط کے جوابات راقم کے کاغذات میں محفوظ ہیں، تین خطوط کے جوابات تو خود حضرت مفتی صاحب نے املا کرائے ہیں اور تین مختلف اوقات میں حضرت مفتی صاحب کی طبیعت کے خرابی کے زمانہ میں ان کے بعض خدام نے تحریر کیے ہیں، سب سے پہلے ملاقات کے بعد حضرت مفتی صاحب کے پاس ایک خط تحریر کیا، جس میں اپنا تعارف کرایا اور اپنے لیے دعاء کی درخواست کی، جس کا جواب مندرجہ ذیل آیا:

۱- باسمہ سبحانہ وتعالی

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ العالی سخت علیل ہیں دہلی میں زیر علاج ہیں، غشی طاری رہتی ہے، بسا اوقات پہچانتے بھی نہیں ہیں، اس لیے ایک ماہ بعد خط لکھ کر معلومات کریں۔

اللہ تعالی آپ کے جملہ مقاصد حسنہ پورے فرمائے۔ فقط والسلام

حضرت اقدس کا خادم

یکم ربیع الاول ۱۴۱۴ھ محمد اسلام چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند

اس کے بعد پھر دعا کے لیے ایک خط تحریر کیا اور حضرت مفتی صاحب سے نصیحت کی درخواست کی اور جواب کی فرمائش بھی کی جس پر حضرت کے خادم کا یہ جواب آیا:

۲- باسمہ سبحانہ وتعالی

محترم مکرم زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت اقدس کی صحت خراب ہے، جواب لکھنے سے معذور ہیں، دعاؤں کی درخواست ہے۔ فقط والسلام

۲۸/۳/۱۴۱۴ھ محمد ابراہیم غفرلہ

پھر آئندہ سال جب مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی میں داخل ہوا تو حضرت مفتی صاحب کو اس کی اطلاع دی اور وہاں کے خوشگوار علمی وروحانی ماحول کا تذکرہ کیا اور پھر نصیحت کی طلب کے ساتھ دعاء کی درخواست کی اور چونکہ رائے بریلی میں سخت گرمی کے باعث آنکھیں دکھنی آرہی تھیں جس کی وجہ سے آنکھوں میں تکلیف تھی، اس لیے آنکھوں کی شفاء کے لیے بھی دعا کی درخواست کی اور اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ احقر رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد اور پھر بقرعید بعد دیوبند حاضر ہوا اور آپ سے ملاقات مقدر نہ ہوسکی، جس پر حضرت مفتی صاحب نے یہ جواب تحریر کرایا:

۳- باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترمی زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو حق تعالیٰ نے اچھی جگہ پہونچادیا، اس کا شکر ہے، احسان ہے، اب جی لگا کر محنت سے پڑھیں، اللہ پاک آنکھوں کو بھی صحیح سالم رکھے، میری طبیعت خراب ہی چل رہی ہے، اللہ ہی درست فرمائے اس سے قلق ہوا کہ آپ رمضان سے قبل اور عیدین پر تشریف لائے اور ملاقات نہ ہوسکی، میں سفر میں تھا، تاہم آپ کو اس سفر کا بھی اجر ملے گا۔

فقط والسلام

۱۴۱۵/۲/۱۰ھ املاہ العبد محمود غفرلہ چھتہ مسجد دیوبند

پھر دوڈھائی مہینے بعد حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا، جس میں حضرت کو اپنے حالات لکھے اور دعاؤں کی درخواست کی، مگر حضرت ایک طویل بیرونی سفر پر تھے، اس لیے حضرت کے خادم کا یہ جواب آیا:

۴- باسمہ تعالیٰ سبحانہ

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ العالی غیر ملکی لمبے سفر میں ہیں، ماہ شعبان تک آنے کی توقع ہے۔ فقط والسلام

حضرت اقدس کا خادم

۱۴۱۵/۵/۲۵ھ محمد اسلام چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند

پھر آئندہ سال جب ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوا، تو حضرت مفتی صاحب کو وہاں کے حالات سے مطلع کیا اور دیوبند کی کئی حاضری اور حضرت مفتی صاحب سے ملاقات نہ ہونے کا اظہار کیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ صرف ایک ہی ملاقات ہوئی مگر اس وقت دعاء کی درخواست کا موقع نہ مل سکا، نیز دعا کی درخواست کی، جس پر حضرت مفتی صاحب نے مندرجہ ذیل جواب املا کرایا:

۵- باسمہ تعالیٰ

محترمی زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، آپ متعدد بار ملاقات کے لیے تشریف لائے مگر احقر کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ملاقات نہ ہوسکی، اس کا قلق ہے، تاہم ایک دفعہ ملاقات ہوگئی دعا کی فرمائش نہ کرسکے، اب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ علوم نافعہ، اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ کی دولت سے مالا مال فرمائے، علم دین کی خدمت کا داعیہ قلب میں پیدا فرمائے۔ فقط والسلام

۱۴۱۶/۱/۱۸ھ املاہ العبد محمود گنگوہی چھتہ مسجد دیوبند

پھر چند ماہ بعد حضرت مفتی صاحب کی خدمت بابرکت میں ایک خط لکھا جس میں اپنی کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' کا تذکرہ کیا جو اسی وقت غالباً ربیع الاول ۱۴۱۶ھ میں چھپی تھی، اس کی مقبولیت اور اس کے فیض کو دور تک پہونچنے کے لیے دعاء کی درخواست کی اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا جس پر حضرت مفتی صاحب کا یہ جواب شرف صدور ہوا:

۶- باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترمی زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدائے پاک آپ کی کتاب کو قبول فرمائے، ذریعہ نجات بنائے، اس

کے فیض کو دور تک پہونچائے، جب آپ دیوبند تشریف لائیں گے تو انشاء اللہ ملاقات ہوجائے گی، تشریف لانے سے قبل جوابی کارڈ سے معلوم فرمالیں۔ فقط والسلام

املاہ العبد محمود غفرلہ چھتہ مسجد دیوبند

۱۴۱۶/۶/۷ھ

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کو کوئی خط لکھا ہو یا نہیں، البتہ ملاقات کا شوق برابر دل میں رہا، مگر دوبارہ کوئی ملاقات مقدر نہ ہوسکی، اور آپ کی عظمت ورفعت دن بدن بڑھتی گئی، یہاں تک کہ حضرت مفتی صاحب نے ۱۸/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ مطابق ۳/ ستمبر ۱۹۹۶ء سہ شنبہ کو جنوبی افریقہ کے جرمسٹن شہر میں وفات پائی اور جرمسٹن کے شہر خموشاں میں ہمیشہ ہمیش کے لیے سپرد خاک کردئے گئے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' حضرت مفتی صاحب سے دوبارہ ملاقات نہ ہونے کا ہمیشہ افسوس رہے گا، حضرت مفتی صاحب کی وفات پر راقم سطور نے ایک تأثراتی مضمون تحریر کیا تھا، جو پہلے پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' لکھنؤ میں شائع ہوا اور پھر پاکستان سے ماہنامہ ''حق چار یار'' میں اسکی اشاعت ہوئی، حضرت مفتی صاحب زبردست فقیہ، ربانی عالم، منکسر المزاج، متواضع، کثیر المطالعہ، ذاکر وشاغل، فراخ حوصلہ، سیر چشم بزرگ، بڑے مہمان نواز اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے، آپ کی علمی خدمات کے مراکز دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور دونوں مرکزی ادارے رہے ہیں، ہندو بیرون ہند میں آپ کے تلامذہ اور مسترشدین کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے، ابھی گذشتہ دوسال قبل جون ۲۰۰۵ء میں جنوبی افریقہ کے سفر کے دوران جرمسٹن شہر میں حضرت مفتی صاحب کی قبر پر حاضری ہوئی اور حضرت کو ایصال ثواب کیا، اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

/////☆☆☆☆/////

وفیات

۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۳/ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو جناب حضرت الحاج حافظ عبدالوحید صاحب نعمت پوری کا انتقال ہوگیا، حضرت حافظ صاحب جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پہلی مزرعہ (ہریانہ) کے صدر مدرس اور ایک لائق وقابل مربی تھے، انھوں نے اس ادارے میں تقریباً تیس سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، وہ ایک کامیاب مدرس تھے درجہ حفظ پڑھاتے تھے اور مدرسہ کے قیام کے بعد سے تقریباً اٹھارہ انیس سال انتظامی ودفتری امور کی انجام دہی کرتے رہے، مضمون نگاری میں بھی اچھی صلاحیت رکھتے تھے، رمضان سے قبل اچانک بیمار ہوئے اور مرض بڑھتا گیا، یہاں تک کہ انیس بیس دن تک بیمار رہ کر ابھی زندگی کی پانچویں منزل بھی پوری نہ کر پائے تھے کہ مالک حقیقی سے جا ملے، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولانا محمود الازہار ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ شوال ۱۴۲۷ھ کے پہلے ہفتہ میں ہی دماغی بخار کی زد میں آنے کی وجہ سے دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے، وہ پہلے ندوۃ العلماء کے دفتر اہتمام میں ملازم تھے، بعد میں دارالعلوم کے استاذ منتخب ہوئے، لکھنؤ ہی میں ان کی تدفین عمل میں آئی، اللہ تعالی ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

۲۴/ نومبر ۲۰۰۶ء کو ممبئی میں صوفی عبدالرحمان صاحب خلیفہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا وہ صوم وصلوۃ کی پابند تھیں، بہت سے بزرگوں کی خدمت کی سعادت ان کو حاصل رہی ہے، ان کے تمام صاحبزادے عالم وفاضل اور ندوۃ العلماء سے فارغ ہیں، بڑے صاحبزادے مولانا ولی اللہ ندوی رأس الخیمہ میں ہیں، انھوں نے اپنی اولاد کی اچھی دینی تربیت کی، اللہ تعالی ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، ان کی وفات کی اطلاع مولانا قاضی سراج احمد لکھنؤ نے بذریعہ فون دی۔

فلکیات

دوسری قسط

اسلامی دنیا کی رصدگاہیں

محمد زکریا ورک (کینیڈا)

همادان کی رصدگاهیں: رئیس الاطباء حکیم بوعلی سینا کی درخواست پر یہ رصدگاہ علاء الدولہ، امیر ہمادان نے 1023ء میں تعمیر کروائی، اس کا مقصد تقویم میں غلطیوں کی اصلاح کرنا تھا، اس غرض سے کواکب کے مشاہدات کئے گئے، ابن سینا نے اپنے شاگرد اور بیوگرافر الجز جانی سے کہا کہ وہ آلات بنانے کے لیے انسٹرومنٹ میکرز ملازم رکھے، کچھ آلات ابن سینا نے خود بنائے اور ان کے بنانے کے طریق کار پر رسالے لکھے (آپریٹنگ مینوئیل) ابن سینا نے خود یہاں آٹھ سال تک مشاہدات کئے۔

سائنس دانوں نے ایک کام یہ کیا کہ قوس آسمانی جوافق کو زاویہ قائمہ پر کاٹتی ہے (Azimuths) کی پیمائش اور ارتفاع (Altitude) معلوم کرنے کے لیے ایک خاص طریقہ استعمال کیا جو موجودہ مائیکرومیٹر کے اصول پر بنایا گیا تھا، یہ رصدگاہ کے اندر نصب تھا، ایک اور آلہ جس کو Azimuthal ring کہتے ہیں اس کا قطر سات میٹر تھا، جارج سارٹن نے بوعلی سنیا کے بارے میں کہا ہے: The Most famous Scientist of Islam and one of the most famousfo all races.Places,and Times (Sarton. History Of Scieence,Page709) ابن سینا نے ایک آلہ ایجاد کیا جو موجودہ زمانے کے آلہ ورنیئر (Vernier) سے ملتا جلتا تھا، کہا جاتا ہے کہ ابن سینا نے زہرہ کا سیارہ اپنی آنکھ سے خود دیکھا تھا۔

ملک شاہ رصد گاہ: ملک شاہ سلجوق سلطان (92-1072ء) تھا جس نے یہ رصدگاہ تعمیر کروائی تھی، اس کے دور حکومت میں اس کے وزیر نظام الملک نے مدرسہ کے نظام تعلیم کو رواج دیا تھا، جب اس کی بنیادیں رکھی جانے لگیں تو ملک شاہ نے شہرہ آفاق ماہرین فلکیات جیسے عمر خیام، الصفازاری اور ابن نصیب کو مدعو کیا، یہ واحد اسلامی رصدگاہ تھی جو بیس سال تک کام کرتی رہی، تعمیر کے کام کی نگرانی محمد البیہاقی نے کی جب کہ المعموری کو یہ کام تفویض کیا گیا کہ وہ آلات بنائے، یہاں آٹھ سائنس داں (اصحاب الرصد) شب و روز کام کرتے تھے، خیال اغلب ہے کہ عمر خیام نے الزیج ملک شاہی اس رصدگاہ میں ہی تیار کی تھی، یاد رہے کہ عمر خیام (1048-1123ء) نہ صرف نامور شاعر بلکہ ممتاز ریاضی داں اور ہیئت داں بھی تھا، 1075ء میں جلال الدین ملک شاہ کے فرمان پر اصفہان کی رصدگاہ میں منتقل ہوگیا تا کہ وہ ایرانی کیلنڈر کی تصحیح کر سکے، اس کیلنڈر کا نام تاریخ الجلالی ہے اور 16 مارچ 1079ء کو شروع ہوا تھا، یہ جارجین کیلنڈر سے زیادہ صحیح تھا۔

الافضل رصدگاہ: یہ رصدگاہ پانچ سال کی مدت میں قاہرہ میں تعمیر ہوئی تھیں، اس رصدگاہ کا متبادل نام مسجد الرصد الجیوشی بھی تھا، کیونکہ یہ بعد میں ایک اونچے مقام واقع مسجد میں منتقل ہوگئی تھی، اس وقت فاطمی خلیفہ عامر بامر اللہ 30-1101ء خلیفہ تھا، اس کے دو مشیران خاص نے اس رصدگاہ کی تعمیر میں خاصی دلچسپی لی، الافضل الجمالی اور المامون البتیہی جن نامور ہیئت دانوں نے یہاں کام کیا ان میں ابن الحلابی اور ابن الهیشامی اور سہلون کے نام تاریخ میں مذکور ہیں، ان تینوں کو خلیفہ کی طرف سے ماہانہ مشاہرہ ملتا تھا، ان ماہرین کے جملہ کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے 20-1119ء کی تقویم تیار

کی جس کا موازنہ دوسری تقویموں سے کیا گیا تھا، یاد رہے کہ تقویم میں تمام سیاروں کی حرکات اور ان کا محل وقوع ایک سال کے لیے، نیز ان کا اتصال اور سورج گرہن و چاند گرہن دئے جاتے ہیں، یہاں پر سورج کے مشاہدات پر زور دیا گیا تھا۔

یہاں پر استعمال ہونے والے آلات میں ایک کا نام رنگ تھا جس کا قطر پانچ میٹر تھا، ایک آلی دید (Alidade) تانبے سے بنایا گیا تھا یہاں کا انسٹرومنٹ میکر ابن قراقہ تھا جس نے ایک آرمیلری سفیر Armillary Sphere تیار کیا جس کا ڈایا میٹر ڈھائی میٹر تھا، اس رصدگاہ میں ریسرچ کا تمام کام البتیہی کی وفات پر رک گیا۔

سلجوق سلطان محمود (وفات 1131ء) کے دربار میں ایک سائنسداں اور ماہر آلات بدیع الزماں الاصطرلابی تھا، اس کی زیج المحمودی اسی سلطان کے نام سے معنون تھی، الزیج السنجاری کو عبدالرحمٰن الخازنی نے سلطان سنجار (م 1157ء) کے لیے تیار کیا تھا، جس میں 1135-36 کے سال کے سیاروں کی پوزیشن دی گئی تھی اس کے پاس اچھے اچھے ہیئت کے آلات تھے اس لیے اصفہان کے شہر سے اس نے جو سائنسی کام کیا اس کو Obliquity of the ecliptic کہتے ہیں:

اشبیلیہ کی مسجد کا مینارہ بطور رصدگاہ: اسلامی اسپین کے شہر اشبیلیہ (Seville) کی جامع مسجد کا مینارہ یورپ کی سب سے پہلی رصدگاہ تسلیم کیا جاتا ہے، جہاں معروف اندلسی اسٹرانومر جابر ابن افلاح نے فلکی مشاہدات کئے تھے، اب اس مینارہ کا نام ہیرالڈا ٹاور ہے جو چرچ کا حصہ ہے، ہر سال یورپ سے لوگ اس مینارے کی سیاحت کے لیے آتے ہیں، بشمول راقم الحروف کے جس نے مینارہ 1999ء میں دیکھا تھا، مسجد کے مینارے کی تعمیر 1172ء میں شروع ہوئی اور پچیس سال بعد یہ پایہ تکمیل کو پہنچا تھا، مینارے میں داخل ہوتے ہوئے، پہلی منزل پر دیوار پر ایک سنگ مرمر کی تختی نصب ہے، جس پر اس کی تاریخ رقم ہے، مینارے کے اندر سیڑھیاں نہیں بلکہ ریمپ Ramp ہے جس کی وجہ سے مؤذن اذان دینے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر آخری منزل پر جا کر اذان دیا کرتا تھا۔

جابر ابن افلاح کی مشہور کتاب اصلاح المجسطی ہے جس میں اس نے بطلیموس کی سائنسی غلطیوں کی نشاندہی کی تھی، فلکیات پر اس کا علمی شاہکار کتاب الہیئۃ کا ترجمہ مائیکل اسکاٹ نے کیا تھا جو نیورمبرگ سے 1534ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا، قاضی سعید اندلسی (م1070ء) جو کہ مشہور اسٹرانومر اور ہسٹری آف سائنس کا ماہر تھا وہ طلیطلہ کا مکین تھا، اس نے جو فلکی مشاہدات کئے ان سے الزرقلی جیسے مستند سائنسداں نے اکتساب فیض کیا تھا، اس کا علمی شاہکار طبقات الامم یونیورسل ہسٹری کا خلاصہ ہے جس میں ہسٹری آف سائنس کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا (جارج سارٹن صفحہ 776)۔

ابراہیم الزرقلی النقاش (1087ء) اندلس کا ممتاز اسٹرانومر اور انسٹرومنٹ میکر تھا، وہ اپنے دور کا سب سے عظیم آبزرور تھا، جس نے فلکی مشاہدات طلیطلہ میں کئے تھے، اس کی زیج ''ٹولیڈن ٹیبلز'' کا یورپ کے ہیئت دانوں پر گہرا اثر تھا، جس کی تیاری میں کئی نامور مسلمان اور یہودی ماہرین فلکیات نے حصہ لیا تھا، اس نے ایک اصطرلاب الصفیحہ بنایا جو ماضی کے اصطرلابوں سے کئی گنا بہتر تھا، ابن ماجہ (م1139ء) نے اپنے گھر کی چھت پر سے سورج کے مشاہدات کئے جن کے دوران اس کو سورج کی سطح پر دو داغ نظر آئے، اس کی کیلکولیشن نے اس کو یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا کہ ضرور یہ عطارد اور زہرہ سیارے ہوں گے، سورج کو دیکھنے کے لیے شاید اس نے ایسا شیشہ استعمال کیا ہوگا جس پر دھواں جما ہوا ہوگا، یا ممکن ہے اس کی چھت پر دیگر قسم کے آلات ہوں۔

فاس (مراکش) کی رصدگاہ: مراکش شہر کے قریب قصبہ فاس میں واقع رصدگاہ کا نام برج الکواکب تھا، بارہویں صدی میں تعمیر کی جانے والی اس رصدگاہ کا مقصد نئے چاند کا مشاہدہ کرنا تھا، یہ کئی صدیوں تک کام کرتی رہی، نورالدین البطروجی اشبیلیہ کا ممتاز و نامور ماہر فلکیات تھا جس کی کتاب الہیئہ کا ترجمہ مائیکل اسکاٹ نے لاطینی زبان میں 1217ء میں کیا تھا، برکلی (کیلی فورنیا) سے یہ کتاب 1952ء

میں منصۂ شہود پر آئی تھی، کوپرنیکس نے اپنے علمی شاہکار میں البطروجی کے نظام ہئیت کا خاص ذکر کیا تھا، ایک اور مغربی سائنسداں گروسی ٹیسٹ (Grosseteste1253) نے اپنی کتاب میں اس کی کتاب کے کئی ابواب ہو بہو نقل کر دئے تھے، اس کی کتاب بمع عربی متن انگلش میں بھی شائع ہوچکی ہے۔

مراغہ (آذربائیجان) کی رصدگاہ: آذربائیجان کے شہر مراغہ کی یہ تیرہویں صدی میں سب سے مشہور رصدگاہ تھی، ہلاکوخاں نے اس کو الطّوسی کی تجویز پر تعمیر کروایا تھا، تعمیر کا کام ایک پہاڑ کے اوپر 1259ء میں شروع ہوا، پہاڑ کی چار سو میٹر لمبی، ایک سو پچاس میٹر چوڑی چوٹی کو کھدائی کر کے ہموار کر دیا گیا، پانی خاص طریقے سے پہاڑ کے اوپر لے جایا گیا، ایک ماہر تعمیرات معین الدین الاردی نے ہلاکوخاں کی رہائش گاہ اور مسجد وہاں تعمیر کروائی، رصدگاہ کی دلکش مین بلڈنگ میں خوبصورت گنبد تھا، لائبریری میں چار لاکھ کتابیں تھیں، گنبد میں موجود سوراخ میں سے سورج کی کرنیں داخل ہوتی تھیں، جن سے دن کے مختلف اوقات کا پتہ لگایا جاتا تھا، ایک اور کام یہاں کیا گیا جس کو Measurement of the Mean Motion of the sun in Degrees and in Minutes. رصدگاہ کے اخراجات کے لیے رقم وقف سے ملتی تھی۔

رصدگاہ کے اسٹاف میں جوبیس نامور اسٹرانومرز تھے ان میں القزوینی، المراغی، قطب الدین شیرازی، شمس الدین شیروانی، نجم الدین القزوینی شامل ہیں، ان میں سے ایک چینی بھی تھا، ورک شاپ میں نئے انسٹرومنٹ بنائے جاتے (آرملری سفیئر، نصفی اصطرلاب، شعاع، مسطرآلہ الکامل) یا مرمت کیے جاتے تھے، ان آلات پر بیس ہزار دینار خرچ کئے گئے تھے، ایک ارضی گلوب کارڈ بورڈ سے بنایا گیا تھا، الاردی نے ایک فلکی گلوب دھات سے 1279ء میں بنایا جو جرمنی کے شہر ڈریسڈن (Dresden) کے میوزیم میں ابھی تک محفوظ ہے، اس نے سائنسی آلات کے جو ماڈل تیار کئے وہ بھی ابھی تک محفوظ ہیں، نصیرالدین الطّوسی اس رصدگاہ کا ڈائریکٹر تھا، یہاں پر جو اسٹرانومیکل ٹیبلز 1271ء میں تیار کئے گئے ان کا نام زیج الخانی ہے، یہ زیج پیرس کی نیشنل لائبریری (نمبر779) میں محفوظ ہے۔

الطّوسی کا بیٹا اصیل الدین بھی یہاں کا ڈائریکٹر بنا، شیرازی نے بھی اس رصدگاہ کو چار چاند لگائے، اس نے بحیرہ روم کا ایک نقشہ تیار کیا جو الخان حکمران ارغون خان کو پیش کیا گیا، یہ رصدگاہ سات الخانی حکمرانوں کے دور میں کام کرتی رہی، 1316ء میں الجےتو خان کے دور حکومت میں بند کر دی گئی۔

تبریز کی رصدگاہ: الخانی حکمراں غازن خاں (1304-1295ء) نے اپنے لیے مقبرے کے ساتھ کئی دوسری عمارتیں بھی تعمیر کروائیں جن میں ایک مسجد، ایک خانقاہ، دو مدرسے، ایک حمام، ایک ہسپتال، ایک لائبریری، ایک عدالت، ایک پرائمری اسکول، ایک مسافر خانہ اور ایک رصدگاہ شامل تھے، یہ کمپلیکس تبریز (ایران) کے محلّہ شام میں تھا اس لیے اس کا نام ابواب البر الشام تھا، اس کے انتظام وانصرام کے لیے رقم وقف سے مہیا ہوتی تھی، رصدگاہ کے خازن، مدرس اور ان کے جومعید (اسسٹنٹ) تھے ان کو باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں، رصدگاہ کا کام 1304ء میں مکمل ہوا اور یہ پندرہ سال تک کام کرتی رہی۔

رصدگاہ کے لیے ایک بہت بڑی گھڑی بنائی گئی تھی، غازن خان کو اسٹرانومی کے علاوہ میڈیسن میں بھی دلچسپی تھی، اس نے مراغہ رصدگاہ میں کئی بار قیام کیا تھا، غازن خان نے ایک نیا کیلنڈر تیار کیا کیونکہ وہ تمام کیلنڈروں کو یک جا کرنا چاہتا تھا، چنانچہ خانی شمسی کیلنڈر پر عمل درآمد 1302ء میں کیا گیا۔

☆☆☆☆//////☆☆☆☆☆

ماہنامہ نقوش اسلام

ایک عظیم اصلاحی تحریک کانام ھے

صرف ایک ممبر بنا کر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہوجائیے۔ (ادارہ)

تجزیہ

۵۹؍سالوں کے بعد بھی مسلم مسائل کا کوئی حل نہیں

مولانا ابرار احمد اجراوی معین مدرس دارالعلوم دیوبند

آج سے ساٹھ سال قبل تقریباً نوے سالہ طویل اور مشترکہ جدوجہد کے بعد، جب آزادی کا خون آلود سورج ہندوستان کے افق پر طلوع ہوا تو ہر ہندوستانی نے چین وسکون کی سانس لی تھی اور برطانوی سامراج کی بے دخلی کے بعد اپنے دلوں میں آرزؤں اور خوابوں کی دنیا کچھ اس طرح سجائی تھی کہ اب ملک میں قومی اتحاد وسالمیت قائم ہوگئی، مودت ومحبت کے گل بوٹے کھلیں گے، انسان دوستی اور امن وامان کا بول بالا ہوگا، مساوات وبرابری کے اعلی اصولوں پر عمل ہوگا، ان کے بچوں کو مناسب تعلیم ملے گی، نوجوانوں کو ان کی استعداد کے مطابق روزگار ملے گا، خصوصاً قوم مسلم نے یہ خواب زیادہ جوش وولولے کے ساتھ دیکھا تھا؛ کیونکہ انگریزوں نے ملک ان ہی سے چھینا تھا اور پھر انہوں نے ہی بڑی بے جگری کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کر کے ملک کی آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر کیا تھا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے ملک کی آزادی کے لیے مخلصانہ جدوجہد نہ کی ہوتی تو ملک کو کبھی بھی غلامی سے نجات نہ ملتی، غرض یہ کہ مسلمانوں نے جنگ آزادی کی راہوں پر جانی اور مالی قربانیوں کے جتنے نقوش ثبت کئے ہیں، وہ ناانصافی کے اس تاریک دور میں بھی بیدار ضمیر پر دستک دیتے ہیں۔

مگر اسے ایک سوچی سمجھی سازش کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے کہ آزادی کے بعد ہی سے مسلسل مسلمانوں کو نفرت وتعصب اور پسماندگی کے طوفان بلاخیز کا سامنا رہا، حتی کہ ملک کی تقسیم کا سارا جرم انھیں کے سر تھوپ دیا گیا، حالانکہ تاریخ جانتی ہے کہ ملک سے حقیقی محبت رکھنے والے صاف دل مسلمان کسی بھی طرح ملک کی تقسیم کے روادار نہ تھے، چونکہ انہیں معلوم تھا کہ ملک کی یہ غیر شعوری اور عجلت پسندانہ تقسیم کسی بھی طرح مسلمانوں کے مستقبل کے حق میں بہتر ثابت نہیں ہوسکتی، لیکن اس تاریخی حقیقت کے باوجود اس ناکردہ گناہ کی سزا مسلمانوں کو دے کر ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا کہ اسے کوئی بھی حق پسند شخص درست قرار نہیں دے سکتا، انھیں نہ صرف ان کی دینی شناخت سے محروم کردیا گیا؛ بلکہ تعلیمی میدانوں میں ان کے پاؤں کھینچے گئے، ان کی معاشیات کے ستونوں کو منہدم کیا گیا، خاص طور پر آج کل مسلمانوں کی تضحیک وتوہین سیاست دانوں کا محبوب مشغلہ بنی ہوئی ہے، وہ مسلمان جنھوں نے عدل وانصاف، انسانیت دوستی اور رواداری کے شجر کو اپنے خون جگر سے سینچ کر تناور کیا تھا، آج انہیں ہی ناانصافی، غیر انسانی حرکات اور عدم رواداری کے دریا سے گزرنا پڑ رہا ہے، ان کے شاندار ماضی، ان کی معیاری اور عالمی تہذیب اور ان کے مدارس ومساجد پر پیہم یورشیں کی جارہی ہیں، حالانکہ جہانگیر، اورنگ زیب، سلطان ٹیپو شہید سے لے کر شیخ الہند، شیخ الاسلام اور مولانا آزاد تک ایسے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ہے، جن کی قربانیوں سے سرزمین ہند لالہ زار ہے اور آج کل ملک میں عدل ومساوات کی جو ہلکی سے جھلک نظر آرہی ہے، وہ دراصل ان ہی کی قربانیوں اور ان کے اصولوں کا نتیجہ ہے۔

۱- ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات ملے ۵۹؍سال ہوچکے ہیں، مگر اب تک مسلمان اپنی علاحدہ شناخت سے محروم ہیں، حالانکہ وہ

نہ صرف اس ملک کے معمار اور بانی ہیں؛ بلکہ اس کی تعمیر وترقی میں ان کا نمایاں کردار رہا ہے اور آٹھ سو سال تک اس ملک کے طول وعرض پر اپنی حکمرانی کے لازوال نقوش چھوڑے ہیں، مگر اس کے باوجود ملک کے گنتی کے چند فرقہ پرست عناصر (جن کا ملک کے سیاہ وسفید پر قبضہ ہے) کا یہ بے بنیاد دعوی ہے کہ جب انھوں نے ایک مستقل ملک پاکستان لے لیا، تو اب اصول کے مطابق انھیں یہاں ملک کی اکثریت کے تابع رہ کر محکومی کی زندگی گزارنی ہوگی، دراصل یہی وہ ذہنیت کارفرما تھی کہ آئین ودستور میں بھی ان کی مستقل شناخت پر شب خون مارنے کی کوشش کی گئی اور آج معاملہ یہ ہے کہ کبھی انہیں آئی، ایس، آئی کا ایجنٹ بتا کر حوصلوں کو پست کیا جاتا ہے، تو کبھی غدار وطن کے لقب سے نوازا جاتا ہے، دوسری طرف مسلمانوں کی حالت یہ رہی کہ ان کی طاقت کا ایک بڑا حصہ ملک کے اندر اپنا وجود تسلیم کرانے میں ہی صرف ہوگیا، آج کی مسلم نسل احساس کمتری کے خول سے نکل کر اپنی ایک الگ شناخت بنانے کی کوشش ضرور کررہی ہے، مگر حکومتی عدم تعاون اور شرپسندوں کی سرکشی کی وجہ سے وہ اس راہ پر زیادہ دور تک نہیں جاسکتے۔

۲-مسلمانوں کا دوسرا اہم مسئلہ پرسنل لاء سے متعلق ہے کہ ملک کی آزادی کے ابتدائی عرصہ سے، فرقہ پرستوں کی نظر میں مسلمانوں کا جداگانہ عائلی قانون کانٹا بن کر چبھتا رہا ہے، جس کی وجہ سے مسلم اقلیت کو برابر یکساں سول کوڈ اپنانے اور دستور میں درج شدہ غیر اسلامی قانون کو اختیار کرنے پر بادل نخواستہ مجبور کیا جارہا ہے، حکومت، عدلیہ اور انتظامیہ سبھوں کی طرف سے پوری طاقت سے مسلم پرسنل لا کو ان کی زندگی سے بے دخل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ماضی میں متبنی بل، شاہ بانو کیس، لڑکیوں کی وراثت سے محرومی اور برتھ کنٹرول وغیرہ پر آمادہ کرنا بھی اسی سلسلہ کی متعدد کڑیاں تھیں۔

۳-مسلم قوم میں اللہ کے نام پر، اس کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے زمینیں اور جائدادیں وقف کرنے کا سلسلہ روز اول سے چلا آرہا ہے، بہی خواہان ملت نے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کرکے مسلم معاشرے کو تعلیمی اور معاشی سطح پر مضبوط کرنے کی کوشش کی اور یہ کوششیں بہت بارآور ثابت ہوئیں، مگر آزادی کے بعد موقوفہ جائیداد کو بھی حکومت کے عتاب کا شکار ہونا پڑا، حکومت نے ایک خاص پالیسی کے تحت اربوں، کھربوں روپے کی مالیت کو اونے پونے داموں میں فروخت کردیا۔ جو باقی رہ گئیں ان کا نظم ونسق آج کل بدعنوان ہاتھوں میں ہے، ایک سروے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ان اوقاف سے حاصل ہونے والے سرمایے کا صحیح اور منصفانہ استعمال کیا جائے، تو پورے ہندوستانی مسلمانوں سے غربت کا خاتمہ ہو جائے گا، مگر بھلا ایسا کون کرے اور یہ مرحلہ کیوں کر انجام پذیر ہو، جب کہ حکمراں طبقہ کے ذہنوں سے انصاف پسندی کا احساس ہی کافور ہو چکا ہے۔

۴-مسلمانوں کے مقدس مقامات: مساجد ومقابر، خانقاہوں اور مدارس پر منظم حملے، ان کو شکوک وشبہات کے گھیرے میں لینا اور ان پر قسم قسم کی پابندیاں لگانا موجودہ وقت یہ بھی مسلمانوں کے لیے ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے، شدت پسند عناصر جب اور جہاں چاہتے ہیں یہ کہنے سے نہیں چوکتے کہ فلاں مسجد اور فلاں خانقاہ ہندؤں کی مذہبی عمارت کو منہدم کرکے تعمیر کی گئی ہے، اسی شرانگیز مہم کے تحت بابری مسجد کی شہادت کا المناک واقعہ رونما ہوا اور اب بھی فرقہ پرستوں کی نظریں مختلف مذہبی مقامات، بنارس کی مسجد اور متھرا کی عیدگاہ وغیرہ پر ٹکی ہوئی ہیں اور کب کیا ہو جائے اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

۵-تعلیمی پسماندگی: آج کی برق رفتار سائنسی دنیا میں جب کہ ہر کوئی چاند اور سورج تک پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہے اور عملی میدان میں ہر ایک دوسرے سے سوقدم آگے بڑھ جانے کی جدوجہد کررہا ہے، ایسے حالات میں بھی مسلمان تعلیمی میدان میں حد درجہ پیچھے ہیں، اس کی وجہ مسلمانوں کی مجرمانہ غفلت وبے توجہی سے کہیں زیادہ حکومت کا غیر منصفانہ اور جانبدارانہ رویہ ہے، اولاً حکومتی سطح پر نصاب تعلیم کو ایسا بھگوا رنگ دے دیا گیا ہے کہ انہیں اپنے نونہالوں کو اسکول کی راہ دکھانے سے پہلے ان کے ایمان وعقیدے کے حوالے سے سوبار

سوچنا پڑتا ہے، چونکہ ایک غیرت مند مسلمان یوں تو سب کچھ برداشت کرسکتا ہے، مگر اپنے دین وایمان کو کبھی داؤ پر لگانا برداشت نہیں کرسکتا، حد تو یہ ہے کہ مسلم تعلیمی اداروں کی بقا وتحفظ پر ہی خدشات کے گھنے بادل ہیں، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو بارہا جاں گسل مرحلے سے گزرنا پڑا ہے اور آج بھی یہ معاملہ سپریم کورٹ میں زیر غور ہے، جامعہ ملیہ اسلامیہ بھی اپنے وجود وبقاء کی لڑائی لڑ رہی ہے اور اپنی کس مپرسی کو لے کر حکومت کے در پر دستک دیتی پھر رہی ہے ، اور حیدرآباد کی عثمانیہ یونیورسٹی تو کب کی تباہی وبربادی کا درد جھیل کر اپنے وجود کو ترس رہی ہے، ایسی صورت میں کوئی سماج آخر کیسے تعلیمی ترقی کرسکتا ہے؟ کہنے کو تو، مسلمان 20-22 کروڑ ہیں مگر ان کا تعلیمی تناسب صرف 33 فی صد ہے ، پرائمری درجات میں تعلیم کے لیے مسلمانوں کے صرف 12 فی صد بچے ہی پہنچ پاتے ہیں ، پھر یہ تعداد جونیر ہائی اسکول اور بارہوں تک برائے نام رہ جاتی ہے، مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیم کا گراف تو تشویش ناک حد تک روبہ زوال ہے، ایک ہزار میں صرف ۴؍ مسلمان ہی گریجویشن کرپاتے ہیں۔

۶- معاشی پس ماندگی اس طرح مسلمانوں کے گھر آنگن میں پاؤں پسارے ہوئے ہے، کہ وہ آج کی دوڑتی بھاگتی زندگی اور پل پل بدلتے حالات کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتے ، وہ زندگی کے ہر میدان میں معاشی پسماندگی کی وجہ سے پچھڑتے جارہے ہیں ، روز مرہ کی اشیائے ضروریہ، شکر، تیل ، گیہوں اور چاول وغیرہ کی آسمان چھوتی مہنگائی کی تاب لانے کی ان میں ذرہ برابر سکت نہیں ہے، این، سی، ای، آر نے اپنے ایک ہمہ گیر اقتصادی سروے میں یہ حیرت انگیز انکشاف کیا تھا کہ مسلم خاندانوں کی سالانہ اوسط آمدنی 22807 روپے ہیں، جب کہ ہندؤوں کی سالانہ اوسط آمدنی اس سے دوگنی تگنی ہے ، تقریباً ۴۵؍ فیصد مسلمان خط افلاس کی سطح سے بھی نیچے کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں 35 فیصد مسلمانوں کے پاس اپنی مملوکہ زمین نہیں ہے، شہروں میں رہنے والے مسلمانوں میں صرف 25 فیصد ایسے ہیں، جو سرکاری ملازمتوں پر مامور ہیں ، جب کہ دیہی مسلمانوں کو یومیہ مزدوری اور چھوٹے موٹے دھندوں کے چند روپوں پر ہی انحصار کرنا پڑتا ہے، 1519 فیصد مسلمان 95 روپے سے بھی کم سالانہ آمدنی پر اکتفا کرتا ہے۔

۷- مسلم کمیونٹی آزادی کے بعد سے اب تک جن مسائل کے کرب سے ہمیشہ تلملاتی رہی ہے، ان میں ایک مسئلہ فرقہ وارانہ فسادات کا بھی ہے، جس نے مسلمانوں کے جان ومال، عزت وآبرو، مدارس ومساجد ہر چیز پر خطرات کی دبیز چادریں تن دی ہیں ، جہاں بھی مسلمانوں نے خوش حالی اور ترقی کی طرف قدم بڑھانا چاہا، فرقہ پرست عناصر کی نظر لگ گئی اور فرقہ واریت کی آگ میں بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کو جھونک دیا گیا، اب تک ملک میں چالیس ہزار سے زائد فسادات ہوچکے ہیں، جن میں مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ صرف اقلیتی فرقے کو ہی جانی اور مالی نقصان پہنچایا گیا، احمد آباد، ممبئی، بھاگل پور، میرٹھ ، ملیانہ ، ہاشم پورہ ، کان پور ، اعظم گڈھ، بنارس ، جمشید پور ، رانچی اور گجرات ہر جگہ مسلمانوں کے خون سے ہی ہولی کھیلی گئی اور ان کے مکانات وکارخانوں کو نذر آتش کیے جان کے دل دوز مناظر حکومت کی جانب داری اور غیر منصفانہ روش پر شاہد عدل ہیں ، یہ ساری حقیقت جسٹس جگموہن ریڈی کمیشن کی اس رپورٹ سے بخوبی طور پر کھل کر سامنے آجاتی ہے، جس میں انہوں نے یہ انکشافات کیا تھا کہ ’’احمد آباد (اور دیگر فسادات) میں بڑی مہارت اور منصوبہ بندی کے ساتھ مسلمانوں کا قتل عام ہوا‘‘۔

۸- مختلف شعبہ ہائے حیات میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب تشویش ناک حد تک کم ہے ، تمام تر قومی شعبوں میں برابر کی شرکت کا خواب آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا، سرکاری ملازمت ، تعلیمی اداروں اور فوجی خدمات اور پارلیمنٹ واسمبلیوں میں ان کی شرکت کا تناسب ڈھائی فیصد ہے، اسی لیے مسلمانوں کے لیے پسماندگی کی بنیاد پر ریزرویشن کی آوازیں بار بار اٹھائی جاتی ہیں، مگر اب تک وہ خلوص اور نیک نیتی کے فقدان کی وجہ سے صدا بصحرا ثابت ہوئی ہیں، دستور کی دفعہ ۱۵/۱۶ اور ۴۶؍ سے بھی ملک کی پسماندہ طبقوں ﴿بقیہ صفحہ ۲۷ پر﴾

فضائل ومسائل

عید قرباں اور اس کے مسائل

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری مرکز احیاء الفکر الاسلامی

ذی الحجہ کا مہینہ قمری مہینوں کے اعتبار سے آخری مہینہ ہے، اس مہینہ میں جہاں اور بہت سے تاریخی واقعات نظر آتے ہیں، وہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی قربانی کا تاریخ ساز واقعہ بھی ہمیں اس کی اہمیت وعظمت کا احساس دلاتا ہے، یہ مہینہ ان دونوں باپ بیٹے کے ایسے محیر العقول واقعہ کی یاد سے جڑا ہوا ہے جسے سن کر عقل انسانی حیرت میں پڑ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی یہ مبارک مہینہ آتا ہے تو پورا عالم اسلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کے واقعہ سے اپنے ایمان ویقین کی دنیا آباد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کی قربانی کی یاد تازہ کرنے میں لگ جاتا ہے اور اپنے اس عمل سے یہ بتلانے کی کوشش کرتا ہے کہ ہم اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔

آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے کی بات ہے کہ عراق کی سرزمین میں پیدا ہونے والا ایک فرماں بردار شخص ہمیشہ ہمیش کے لیے انسانی تاریخ میں اپنا مستقل نشان چھوڑ گیا، اس نے ساری زندگی قربانیوں میں گزاری اور اپنی زندگی کے آخری لمحے تک طرح طرح کی آزمائشوں سے گزرتا رہا، یہ عیدالاضحیٰ انہیں کی عظیم قربانیوں کا حصہ ہے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ کی حقیقی اہمیت یہی ہے کہ اس میں ایثار وقربانی کے کٹھن منازل کو آسانی سے طے کرنے کا راز علامتی انداز میں بیان کیا گیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت راہ حقیقت کے سالک کی علامت ہے اور حضرت اسماعیل کی شخصیت فطری محبت کے موضوع کی نمائندگی کرتی ہے اور اس میں ذات باری تعالیٰ سے حقیقی اور روحانی محبت کا عکس جھلکتا ہے۔

اس دن کے دو اہم کام ہیں: جیسا کہ آیت قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے، ارشاد باری ہے "فصل لربك وانحر" یعنی اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور اس کے نام پر قربانی کرو۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے پہلا کام جو ہم عیدالاضحیٰ کے روز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے طریقے کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کا شمار قربانی میں نہیں ہے؛ بلکہ وہ ایک گوشت ہے، جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے مہیا کیا ہے"۔

اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کی تفصیل بیان کی گئی ہے" مثلاً عید کی نماز پڑھنا، نماز عید کے بعد قربانی کرنا، قربانی کو سنت محمدیؐ قرار دینا اور نماز عید سے پہلے قربانی کرنے والے کی تادیب وغیرہ" معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود قربانی کرتے تھے، جو اسوۂ نبوی کا ایک حصہ ہے، اس سے زیادہ اور کیا وضاحت ہوسکتی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے قربانی کی سنت کو مسلمانوں کے لیے خیر وبرکت کا مجموعہ قرار دیا ہے۔

دراصل یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم الشان اور بے مثال قربانی کی یادگار اور مسلمانوں میں جذبۂ ایثار وقربانی کو زندہ کرنے کی سالانہ تقریب ہے؛ کیونکہ جان کی قربانی وہ بھی انسانی جان کی

اورانسانوں میں بھی اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی ایثار وقربانی کی ایسی معراج ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے، یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کی تھی، جس کو ہمیشہ کے لیے نمونہ عمل بنادیا گیا ''قرآن وحدیث کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے بڑھ کر کوئی اور نیکی اللہ کو پسند نہیں۔(ترمذی، ابن ماجہ)

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے ابوامامہ بن سہیل انصاری سے سنا ہے وہ کہتے ہیں'' کہ ہم لوگ مدینہ منورہ میں قربانی کے جانور کو کھلا پلا کر خوب موٹا کرتے تھے اور عام مسلمانوں کا بھی یہی طریقہ تھا'' اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا عمل بھی قربانی کے سلسلے میں وہی تھا جو انہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور عمل مبارک سے معلوم ہوا، کتاب الاضاحی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو آپ ؐ کے خادم خاص تھے) اپنا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بقرعید کے دن کا بیان فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کیا کرتے تھے اور حضرت انسؓ کا معمول بھی سنت نبوی کے عین مطابق قربانی کرنا تھا، بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے تو ایک بات اور کہی ہے جو عشق نبوی میں ڈوبی ہوئی ہے کہ میں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں دومینڈھے کی قربانی کیا کرتا تھا۔

غرض یہ کہ قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے اس کا بڑا اجر وثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالی کو پسند نہیں، ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے؛ لیکن ظاہری بات ہے کہ قربانی کا حق کماحقہ ہم اسی وقت ادا کرسکتے ہیں اور اس کے بدلے میں جن انعامات کا وعدہ ہے ان کے مستحق ہم اسی وقت ہوسکتے ہیں جب ہم اللہ کے حکم اور فرمان رسول کو سامنے رکھ کر قربانی کریں گے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم قربانی بھی کریں مگر بے احتیاطی اور عدم علم کی وجہ سے ایسا کام کرڈالیں جس سے ہماری تمام تر کوششیں رائیگاں اور بیکار ہوجائیں اور پھر سوائے افسوس وندامت کے کچھ ہاتھ نہ آسکے، چونکہ حضور کا فرمان ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو قربانی تو کرتے ہیں مگر انھیں سوائے خون بہانے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا، اس لیے اس مضمون کے آخر میں قربانی کے متعلق کچھ مسائل بیان کیے جارہے ہیں تاکہ عوام کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدے پہنچیں:

مسئلہ: - قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے کرنا واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہے، تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں، نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے، اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کردی تو نفل ہوجائے گی۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ: - اگر کسی شخص کے پاس ذی الحجہ کی دسویں اور گیارہویں تاریخ تک اتنا مال نہیں تھا کہ جس سے وہ قربانی کرے، تو اس پر قربانی واجب نہیں، ہاں اگر بارہویں تاریخ کی شام کو سورج غروب ہونے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو اس پر قربانی واجب ہے۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: -ذی الحجہ کی بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قربانی درست ہے، جب سورج غروب ہوجائے تو اب قربانی کرنا درست نہیں ہے۔(فتاوی شامی)

مسئلہ: - دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ تک جب جی چاہے قربانی کرے، دن میں کرے یا رات میں؛ لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں ہے، کیونکہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔(فتاوی شامی)

مسئلہ: - بکرا، بکری ایک سال کا ہونا ضروری ہے، بھیڑ اور دنبہ اگر چھ ماہ کا ہو مگر اتنا فربہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے، گائے، بیل، بھینس پورے دو سال کے ہونے چاہئے، اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، اگر عمر میں ایک دن بھی کم ہو تو اس جانور کی قربانی جائز نہیں۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: - جس جانور کی سینگ پیدائشی طور پر نہ ہو یا اوپر کا خول اتر گیا ہو، مگر اندر کی ہڈی محفوظ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، ہاں اگر ٹوٹنے کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو یا اندر کی ہڈی نصف سے زائد ٹوٹ گئی ہو تو اس

کی قربانی درست نہیں۔(فتاوی شامی)

مسئلہ: - خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے۔(فتاوی شامی)

مسئلہ: - جس جانور کی ایک آنکھ کی روشنی آدھی سے زائد کم ہوگئی ہو اس کی قربانی درست نہیں، اسی طرح ایسالاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں سے نہ جاسکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں ہے۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: - جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یادم (پونچھ) کٹی ہوئی ہواس کی قربانی بھی جائز نہیں۔(فتاوی شامی)

مسئلہ: - جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں، یا اکثر نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں، اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں اس کی بھی قربانی درست نہیں۔(درمختار)

مسئلہ: - قربانی کا گوشت کافروں کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اجرت میں نہ دیا جائے۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: - اگر کوئی جانور گابھن ہے تو اسکی بھی قربانی جائز ہے، پھر اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دینا ضروری ہے۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: - اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے، اگر خود ذبح کرنا نہیں چاہتا تو کسی اور سے ذبح کروالے، البتہ ذبح کرنے کے وقت وہاں (جس جگہ جانور ذبح کیا جارہا ہے) موجود رہے۔(شامی)

مسئلہ: - مسافر پر قربانی واجب نہیں۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: - اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہوگیا اس لیے دوسرا خریدا اتفاق سے پہلا جانور بھی مل گیا اب اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے اور اگر غریب آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو دونوں جانوروں کی قربانی اس پر واجب ہوگی۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: - اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کسی مردے کو ثواب پہچانے کے لیے قربانی کرے تو اس کے گوشت میں سے خود کھانا، کھلانا، بانٹنا سب درست ہے، جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے؛ لیکن اگر کوئی مردہ وصیت کر گیا ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جاوے اور اس کی وصیت پر اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کے تمام گوشت وغیرہ کا خیرات کر دینا واجب ہے۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: - قربانی کے کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں، خیرات ہی کرنا چاہئے۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: - قربانی کے کھال کو اپنے کام میں اگر لائے جیسے اس کی چھلنی بنوالی یا مشک یا ڈول یا جانماز (مصلّٰی) بنوالی تو یہ درست ہے۔(درمختار)

مسئلہ: - اگر کوئی جانور کو حصہ پر دیا ہے تو یہ جانور اس پرورش کرنے والے کی ملک نہیں ہے بلکہ اصل مالک کا ہی ہے، اس لیے اگر کسی نے اس پالنے والے سے خرید کر قربانی کر دی تو قربانی نہیں ہوئی، اگر ایسا جانور خریدنا ہے تو اصل مالک سے جس نے حصہ پر دیا ہے اس سے خریدنا ضروری ہے۔(بہشتی زیور)

//////////☆☆☆☆☆☆☆//////////

﴿بقیہ صفحہ ۲۴ کا.........﴾

کی خصوصی مراعات اوران کی خبر گیری کا مفہوم نکلتا ہے، مگر اب تک مسلمانوں کو ریزرویشن تو دور کی بات ہے، دیگر پسماندہ طبقوں کی طرح خصوصی مراعات بھی حاصل نہ ہوسکیں۔

اس مجموعی صورت حال کو سامنے رکھ کر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ وہی ہندوستان ہے، جس کا خواب بلا امتیاز نسل و مذہب ہمارے قومی اور ملی رہنماؤں نے دیکھا تھا؟ کیا یہ وہی آزاد ہندوستان ہے، جس کے لیے ہمارے اکابر نے اپنی گردنیں کٹوائی تھیں؟ نہیں ہرگز نہیں!! ملک کی ایک بڑی اور باوقار اقلیت کو، جس نے اپنے لہو کو جلا کر آزادی کی شمع روشن کی تھی، اس طرح مسائل کے گرداب میں پھنسا کر قومی ترقی کا خواب دیکھنا عبث اور بے کار ہے، اخوت ومساوات اور سماجی ہم آہنگی کے اصولوں پر ہمیں کاربند ہونا ہوگا، تبھی ملک کی ہمہ گیر ترقی کا خواب تعبیر کے پیرہن سے ہم کنار ہوسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

آئین ہند

چھٹی قسط

ہندوستان کا دستور

تلخیص وترتیب: محمد ارشد فیضی

دستور ہند پر اجمالی گفتگو کی یہ ساتویں کڑی ہے جس کے اندر ریاست کی مجلس قانون ساز کی رکنیت، ریاستی مجلس قانون ساز کے تعلق سے گورنر کے اختیارات، گورنر کا ایوانوں کو خطاب کرنے کا حق، گورنر کا خاص خطاب مجلس قانون ساز کے نام، وزراء اور ایڈوکیٹ جنرل کے ایوانوں کے متعلق حقوق، ریاستی مجلس قانون ساز کے عہدہ دار، اسپیکر یا نائب اسپیکر کے عہدوں کا خالی ہوجانا، اسپیکر کا عہدہ خالی ہونے پر اس کے کام کی انجام دہی، اسپیکر یا نائب اسپیکر کا صدارت نہ کر پانا، قانون ساز کونسل کا میر مجلس اور نائب میر مجلس وغیرہ جیسے اہم عنوانات کے تحت دستور ہند پر تشفی بخش روشنی ڈالی گئی ہے۔

ریاستی مجلس قانون ساز کی رکنیت کے لیے اہلیت :

دستور ہند کی دفعہ ۱۷۳ر کی رو سے کسی بھی ریاست کی مجلس قانون ساز کا رکن وہی شخص بن سکے گا جس کے اندر درج ذیل شرطیں پائی جائیں گی۔

۱- یہ کہ وہ ہندوستان کا شہری ہو۔

۲- یہ کہ اس کی عمر کم از کم پچیس سال ہو، اس عمر کی قید اس صورت میں ہوگی جب کہ کوئی شخص مجلس قانون ساز اسمبلی کا رکن بننے کا خواہش مند ہو، لیکن اگر کوئی شخص مجلس قانون ساز کونسل کا رکن بننا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص اپنی عمر کے تیس سال پورے کر چکا ہو، اس سے کم عمر والے شخص کو مجلس قانون ساز کونسل کا رکن نہیں بنایا جا سکتا۔

ان دونوں شرطوں کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس قانون ساز کا رکن بننے والا شخص ایسے شخص کے سامنے اپنا حلف نامہ داخل کرے جس کا انتخاب انتخابی کمیشن کے ذریعہ کیا جائے، اگر وہ شخص اپنا حلف نامہ داخل کرنے سے انکار کردے تو پھر ایسے شخص کو مجلس قانون ساز کا رکن نہیں بنایا جا سکے گا۔

ریاستی مجلس قانون ساز کے تعلق سے گورنر کے اختیارات:

ریاستی مجلس قانون ساز کے تعلق سے گورنر کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ وقفہ وقفہ سے مجلس قانون ساز کے ایوان کا اجلاس بلاتا رہے، لیکن اس مرحلے میں یہ خیال رکھا جانا ضروری ہے کہ ایک اجلاس کی آخری نشست اور دوسرے اجلاس کے درمیان چھ ماہ سے زیادہ کا وقفہ نہ ہو، اس کے علاوہ گورنر مجلس قانون ساز کے ایک ایوان یا دونوں ایوانوں کے برخواست کرنے اور مجلس قانون ساز اسمبلی کو توڑنے کا بھی اختیار رکھتا ہے، یہ تمام تفصیلات دستور ہند کی دفعہ ۱۷۴ر کے ضمن میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

گورنر کا ایوانوں کو خطاب کرنے کا حق :

دستور ہند کی دفعہ ۱۷۵ر کے مطابق گورنر کو یہ بھی حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ ریاست کی مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کو خطاب کر سکے، اس کے علاوہ اسی دفعہ کی شق نمبر ۲ر کی رو سے گورنر یہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ مجلس قانون ساز کو کسی ایسی بل کے متعلق کوئی پیغام بھیج سکے، جو ابھی مجلس قانون ساز میں زیر غور ہو، اور اس پیغام کے پہنچنے کے بعد مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانوں یا اگر کسی ریاست میں صرف ایک ایوان ہو تو اس کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس پیغام پر سنجیدگی سے غور کر کے کوئی نتیجہ اخذ کرے۔

گورنر کا خاص خطاب مجلس قانون ساز سے :

دستور ہند کی دفعہ ۱۷۶ر کے مطابق گورنر کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ قانون ساز اسمبلی کے ہر عام انتخاب کے بعد پہلے اجلاس کے آغاز پر اور پھر اسی طرح ہر سال کے آغاز پر ریاست کی قانون ساز اسمبلی اور اگر کسی ریاست میں مجلس قانون ساز کونسل ہو تو ان دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کو خطاب کرے۔

وزراء اور ایڈوکیٹ جنرل کے ایوانوں سے متعلق حقوق :

ہر وزیر اور ریاست کے ایڈوکیٹ جنرل کو ریاست کی قانون ساز اسمبلی یا اگر کسی ریاست میں قانون ساز کونسل ہو تو دونوں ایوانوں میں تقریر کرنے اور دیگر طریقے سے اس کی کارروائی میں حصہ لینے کے علاوہ مجلس قانون ساز کی کسی ایسی کمیٹی میں جس کا وہ رکن نامزد کیا جائے، تقریر کرنے کا حق ہوتا ہے، یہ تفصیل دستور ہند کی دفعہ ۱۷۷ر میں مذکور ہے واضح رہے کہ اس دفعہ کے مطابق وزیر اور ایڈوکیٹ کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہوتا۔

ریاستی مجلس قانون ساز کے عہدہ دار :

دستور ہند کی دفعہ ۱۷۸ر کے تحت ذکر کی گئی تفصیل کے مطابق ریاست کی ہر قانون ساز اسمبلی کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ انتخابی مرحلہ سے گزرنے کے بعد فوری طور پر اسمبلی کے دو ارکان کو بالترتیب اسپیکر اور نائب اسپیکر کے عہدہ کے لیے منتخب کرلے اور اس موقع پر یہ خیال رکھنا لازمی ہے کہ یہ دونوں عہدے کسی بھی وقت خالی نہ ہوں اگر کسی وجہ سے ان میں سے کوئی عہدہ خالی ہو جائے تو اس کو بلا کسی تاخیر کے پر کردے۔

اسپیکر یا نائب اسپیکر کے عہدوں کا خالی ہوجانا :

دستور ہند کی دفعہ ۱۷۹ر کی رو سے اگر اسپیکر یا نائب اسپیکر اپنے عہدے سے استعفی دینا چاہے تو اسے اس کا اختیار حاصل ہے، مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا استعفی نامہ اپنی دستخطی تحریر کے ذریعہ نائب اسپیکر کو سونپ دے، قابل غور بات یہ ہے کہ اسمبلی کی کسی ایسی قرارداد کے ذریعہ بھی اسپیکر یا نائب اسپیکر کو اس کے عہدے سے برخواست کیا جاسکتا ہے، جو اسمبلی کے ارکان کی اکثریت سے منظور کی گئی ہو۔

اسپیکر کا عہدہ خالی ہونے پر اس کے کام کی انجام دھی :

دستور کے مطابق اگر کسی وجہ سے اسپیکر کا عہدہ خالی ہو جائے تو اس عہدے کے فرائض کی انجام دہی کی ذمہ داری نائب اسپیکر کے سر ہوتی ہے اور اگر نائب اسپیکر کا عہدہ بھی خالی ہو جائے تو یہ ذمہ داری وہ شخص نبھاتا ہے جس کا انتخاب ارکان اسمبلی میں سے گورنر کرے، یہ تمام تفصیلات دستور ہند کی دفعہ ۱۸۰ر میں مذکور ہیں۔

اسی دستور کی شق نمبر ۲ر کے مطابق کام کرنے کی یہ ترتیب اس وقت بھی سامنے آئے گی جب اسپیکر غیر حاضر ہو۔

اسپیکر یا نائب اسپیکر کا صدارت نہ کرپانا :

دستور ہند کی دفعہ ۱۸۱ر کی رو سے اگر قانون ساز اسمبلی کی کسی نشست میں اسپیکر کو اس کے عہدہ سے علاحدہ کرنے کی قرارداد زیر غور ہو تو اسپیکر کو اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کا حق نہیں ہوتا، اسی طرح اگر اسمبلی کی کسی نشست میں نائب اسپیکر کو اس کے عہدے سے برخواست کیے جانے کی کوئی قرارداد زیر غور ہو تو نائب اسپیکر کو اس اجلاس کا صدر نہیں بنایا جاسکے گا۔

اسی طرح اگر اسمبلی کے کسی اجلاس میں کسی موضوع پر تقریر کرنے اور اگر ووٹنگ ہو رہی ہو تو ان دونوں کو فیصلہ کے طور پر ووٹنگ میں حصہ لینے کا بھی حق نہیں ہوتا، ہاں اگر یہ دونوں ووٹنگ کے ابتدائی مرحلے میں ہی کسی ایک سمت میں اپنا ووٹ دیدیں تو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

قانون ساز کونسل کا میر مجلس اور نائب میر مجلس :

اسپیکر اور نائب اسپیکر کی طرح قانون ساز کونسل کی یہ ذمہ داری بھی ہوتی ہے کہ وہ کونسل کے دو ارکان کو بالترتیب میر مجلس اور نائب میر مجلس کے طور پر منتخب کرلے اور یہ خیال رکھے کہ یہ دونوں عہدے کسی بھی طرح خالی نہ ہوں، اگر کسی وجہ سے ان میں سے کوئی عہدہ یا دونوں عہدے خالی ہو جائیں تو ان دونوں کو کونسل کے دوسرے ارکان سے پر کردیا جائے۔

میر مجلس اور نائب میر مجلس کے عہدوں کا خالی ہونا :

میر مجلس اور نائب میر مجلس کے عہدے کے خالی ہونے کی تین

صورتیں ہیں:

۱- یہ کہ وہ قانون ساز کونسل کا رکن نہ رہے، یعنی اس کی رکنیت کی مدت پوری ہو جائے۔

۲- یہ کہ وہ اپنی دستخطی تحریر کے ساتھ اپنا استعفیٰ نامہ سونپ دے۔

۳- یہ کہ اسے کسی ایسی قرارداد کے ذریعہ اس کے عہدے سے برخواست کر دیا جائے، جو کونسل کے کل ارکان کی اکثریت کے ذریعہ منظور کی گئی ہو۔

یہ تمام تفصیلات دستور ہند کی دفعہ ۱۸۳ر میں موجود ہیں۔

میر مجلس کے کام کی انجام دھی:

ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت کے ذریعہ اگر میر مجلس کا عہدہ خالی ہو جائے تو اس کے کام کی ذمہ داری نائب میر مجلس نبھاتا ہے اور اگر ان ہی تینوں صورتوں میں سے کسی صورت کے ذریعہ نائب میر مجلس کا عہدہ بھی خالی ہو جائے تو اس کے کام کی انجام دہی اس شخص کے سر ہوتی ہے، جن کا انتخاب گورنر کرے۔

میر مجلس اور نائب میر مجلس کا کسی نشست کی صدارت نہ کرپانا:

دستور ہند کی دفعہ ۱۸۵ر کی رو سے اگر قانون ساز کونسل میں میر مجلس یا نائب میر مجلس میں سے کسی کو اس کے عہدے سے برخواست کر دیئے جانے کی قرارداد زیر غور ہو تو اس دوران قانون ساز کونسل کے کسی بھی اجلاس کی صدارت ان میں سے کوئی بھی نہیں کر سکے گا۔

لیکن اس کو کسی بھی موضوع پر تقریر کرنے اور اس کی کارروائی میں حصہ لینے کا حق حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اس کو کسی بھی بل کے تعلق سے اپنا ووٹ دینے کا بھی حق ہوتا ہے، ہاں اگر وہ ابتدائی مرحلے میں اپنا ووٹ نہ دے تو پھر ووٹوں کے مساوی ہونے کی صورت میں اس کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہوگا۔

اسپیکر نائب اسپیکر میر مجلس اورنائب میرمجلس کی تنخواہ:

دستور ہند کی دفعہ ۱۸۶ر کے مطابق ان کو اتنی ہی ماہانہ تنخواہ ملتی ہے جو مجلس قانون ساز طے کرے ان میں سے کوئی بھی مجلس قانون ساز کے طے کردہ تنخواہ سے زیادہ کا مستحق نہ ہوگا۔

ارکان کا حلف یا اقرار صالح:

دستور ہند کی دفعہ ۱۸۸ر کی رو سے ریاست کی قانون ساز اسمبلی یا قانون ساز کونسل کے ہر رکن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے گورنر کے سامنے یا پھر اس شخص کے سامنے حلف لے جس کا انتخاب گورنر کی جانب سے کیا جائے۔

واضح رہے کہ ریاست کی مجلس قانون ساز کے ایوان کی کسی نشست میں تصفیہ طلب امور کے تصفیہ کا حق اسپیکر میر مجلس یا ان کی غیر موجودگی میں اس شخص کو ہوتا ہے، جو اسپیکر یا میر مجلس کے کام کی انجام دہی کے لیے منتخب کیا جائے اور کسی بھی معاملے کا تصفیہ ارکان کے ووٹوں کی اکثریت سے ہی کیا جائے گا، لیکن ایسے موقع پر اسپیکر یا میر مجلس میں سے کسی کو بھی ابتدائی مرحلے میں اپنا ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہوتا، ہاں اگر دونوں طرف مساوی ووٹ ہو جائیں تو ان کے ووٹ کی حیثیت فیصلہ کن ووٹ کی ہوگی۔

دعائے مغفرت

نقوش اسلام کے قارئین کو نہایت ہی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جارہی ہے کہ ماہنامہ نقوش اسلام کی مجلس ادارت کے ایک رکن مولانا نظام الدین ندوی کی چچی محترمہ کا مورخہ ۱۷ر نومبر بروز جمعہ انتقال ہو گیا ہے "انا للہ وانا الیہ راجعون" مرحومہ ایک عبادت گزار اور نیک خاتون تھیں، تمام قارئین سے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

دعوت دین

انبیاء کرام کی دعوت وتبلیغ کے چند نمونے

مولانا مفتی محمد سرور فاروقی ندوی استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ

قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا ہوا ہے، اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ اللہ کے کسی رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بولا ہو جیسے:

حضرت ابراهیم علیه السلام کا اسلوب دعوت :

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کو دعوت دینی شروع کی تو ”یــا ابـت“ اے میرے پیارے ابا جان کے لفظ سے مخاطب فرمایا جس میں پوری محبت واضح ہوتی ہے، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس انداز سے مخاطب بنایا ”اِذْ قَـالَ لِاَبِیْـهِ وَقَوْمِـهٖ مَـاتَـعْبُـدُوْنَ قَـالُـوا نَـعْبُـدُ اَصْـنَـامًـا فَـنَـظَـلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ قَالَ هَلْ یَسْـمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْیَضُرُّوْنَ “ اوران کو حضرت ابراہیم کا حال پڑھ کر سنادو، جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو، وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے ہیں، یا تمہیں کچھ فائدے دے سکتے ہیں، یا نقصان پہونچا سکتے ہیں۔(الشعراء ۶۹-۷۲)

اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے معبودان باطل کی کوئی ہجو نہیں کی اور نہ ان کو برے نام سے یاد کیا، اگر ایسا کرتے تو عین ممکن تھا کہ مخاطب بھڑ جاتے اور سرے سے بات سننے کو ہی تیار نہ ہوتے لہٰذا حضرت ابراہیم نے بجائے خود کچھ کہنے کے انہی کو مجبور کیا کہ وہ خود بولیں فرمایا” مــاتـعبدون “کس چیز کی تم لوگ پرستش کرتے ہو؟”قَـالُـوا نَـعْبُدُ اَصْـنَـاماً فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ“ پھر ان سے ایک سوال پوچھا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار سنتے اور نفع یا نقصان پہونچاتے ہیں:

جواب میں کہا ”قَـالُـوا بَـلْ وَجَدْنَا اٰبَاءَ نَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ“ کہنے لگے کہ (یہ بات نہیں کہ وہ ہمیں فائدہ یا نقصان پہونچاتے ہیں) بلکہ ہم نے اپنے آبا واجداد کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

یہی بات حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے کہلوانا چاہتے تھے، کہ اس کے بعد اب ان کے پاس کچھ کہنے کو رہ نہیں گیا، تو پھر اپنی دعوت شروع کی، اللہ کی ذات اور توحید سے ان کو آشنا کرانا شروع کیا۔

”فَـاِنَّهُـمْ عَدُوٌّلِیّ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ، اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَیَهْدِیْنَ وَالَّـذِیْ هُـوَیُـطْـعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنَ وَاِذا مَرِضْتُ فَهَوَ یَشْفِیْنَ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنَ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَغْفِرَلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ“

وہ میرے دشمن ہیں لیکن خدائے رب العالمین (میرا دوست ہے) جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے اور وہ مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔(الشعراء ۷۷-۸۲)

ان آیات میں اللہ تعالی کی پانچ صفات کا ذکر کیا گیا ہے: (۱) تخلیق (۲) ہدایت (۳) رزق (۴) شفاء (۵) موت وحیات پر قدرت، جب کہ بتوں کے سلسلہ میں جو سوال کیا تھا اس میں صرف دو باتیں دریافت کی تھیں، کیا وہ دعاء سنتے ہیں؟ کیا وہ نفع وضرر پر قدرت رکھتے ہیں؟ لیکن جب اللہ کا نام آیا اور اس کا ذکر شروع کیا تو اس کی تمام صفات کا ذکر

کرتے ہوئے توحید خالص کی دعوت دی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اسلوب دعوت:

حضرت نوح کی قوم ان پانچ بتوں کی پوجا پاٹ میں مشغول تھی۔

۱-ود ۲-سواع ۳-یغوث ٤-یعوق ٥-نسر

آپؑ ساڑھے نوسو برس تک اپنی قوم کی دعوت وتبلیغ، اصلاح وارشاد میں دن رات مشغول رہے، مگر اس قوم میں سے چند کے علاوہ کسی نے ان کی بات نہ مانی، دوسرے کا کیا کہنا خود ان کا بیٹا اور بیوی کافروں کے ساتھ لگے رہے، ان کی جگہ آج کا کوئی مدعی (دعوت واصلاح) ہوتا تو اس قوم کے ساتھ اس کا لب ولہجہ کیسا ہوتا اندازہ لگایئے، پھر دیکھئے کہ ان کی تمام ہمدردی وخیرخواہی کی دعوت کے جواب میں قوم نے کیا کہا "اِنَّا لَنَرَاكَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْن" ہم تو آپ کو کھلی ہوئی گمراہی میں پاتے ہیں۔ (اعراف)

ادھر سے اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام بجائے اس کے کہ اس سرکش قوم کی گمراہیوں، مکاریوں کا پردہ چاک کرتے، جواب میں فرمایا "یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلَالَةٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ" اے میرے بھائیوں مجھ میں کوئی گمراہی نہیں، میں تو رب العالمین کا رسول ہوں (اور محض تمہارے فائدے کی بات بتاتا ہوں)

حضرت هود کا اسلوب دعوت:

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان کے معجزات دیکھنے کے باوجود ازراہ عناد کہا کہ آپ نے اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اور ہم آپ کے کہنے سے اپنے معبودوں یعنی بتوں کی پوجا چھوڑ نے والے نہیں، ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے بتوں کی شان میں بے ادبی کی ہے اس کی وجہ سے تم جنون میں مبتلا ہوگئے ہو، حضرت ہود نے یہ سب سننے کے بعد جواب دیا: "اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْا اَنِّیْ بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ" (هود)

میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان بتوں سے بری اور بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک مانتے ہو۔

سورہ اعراف میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا "اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ" ہم تو آپ کو بے وقوفی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں۔ (سورہ اعراف ٦٦)

قوم کے اس دل آزار خطاب کے جواب میں اللہ کے رسول ہود علیہ السلام نہ تو ان پر کوئی فقرہ کستے ہیں نہ ان کی ہتک کرتے ہیں، بلکہ جواب میں کہتے ہیں "یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ" اے میری برادری کے لوگ مجھ میں کوئی بے وقوفی یا کم عقلی نہیں، میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔ (سورہ اعراف ٦٧)

حضرت شعیب کا اسلوب دعوت:

حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی حسب دستور انبیاء رب العالمین کی طرح دعوت دی اور ان میں جو بڑا عیب ناپ تول میں کمی کرنے کا تھا اس سے باز آنے کی نصیحت فرمائی تو ان کی قوم نے تمسخر کیا اور توہین آمیز خطاب اس طرح کیا: "یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاۤؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۤؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ" اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور یہ کہ جن اموال کے ہم مالک ہیں ان میں اپنی مرضی کے موافق جو چاہیں نہ کریں، واقعی آپ ہی ہیں بڑے عقل مند دین پر چلنے والے (سورہ ہود ٨٧)

انھوں نے ایک تو یہ طعنہ دیا کہ تم جو نماز پڑھتے ہو یہی تمہیں بے وقوفی کے کام سکھاتی ہے، دوسرے یہ کہ مال ہمارا ہے ہم جس طرح چاہیں تصرف کریں اس میں تمہارا یا تمہارے خدا کا کیا حق ہے، تیسرے یہ کہ تمسخر واستہزاء کے انداز میں کہنا کہ آپ ہی ہیں بڑے عقل مند اور بہت دین پر چلنے والے؛ لیکن اس کے جواب میں حضرت شعیب نے کہا "قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰکُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ" اے میری قوم بھلا یہ بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے

دلیل پر قائم ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے عمدہ دولت یعنی نبوت دی ہو تو پھر میں کیسے اس کی تبلیغ نہ کروں اور میں خود بھی تو اس کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتا جو تمہیں بتلاتا ہوں، میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں، جہاں تک میری قدرت میں ہے اور مجھ کو جو کچھ اصلاح اور عمل کی توفیق ہو جاتی ہے، وہ صرف اللہ کی ہی مدد ہے، میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور تمام امور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

حضرت موسی کا اسلوب دعوت:

اللہ تعالی نے جس وقت حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تھا (جو صرف دشمن اسلام ہی نہیں بلکہ اس نے خدائی کا دعوی کرنا بھی شروع کر دیا تھا) تو حکم دیا تھا کہ جاؤ اور فرعون کو اپنے رب کی طرف بلاؤ لیکن اس سے نرم لہجے میں بات کرنا اللہ تعالی کا ارشاد ہے" فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی" تم اس (فرعون) سے نرم لہجے میں گفتگو کرنا تا کہ وہ تمہاری بات قبول کرے یا خدا سے ڈرے۔ (سورہ طٰہٰ ۴۴)

اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ کو فرعون سے گفتگو کرنے میں نرم لہجہ اختیار کرنے کا جو حکم دیا "یعنی فرعون سے نرم بات کرو شاید وہ سمجھ لے یا ڈرے" یہ بات ہر داعی حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے، کہ فرعون جیسے سرکش کافر کی موت بھی علم الہی میں کفر پر ہی ہونے والی تھی لیکن جب اللہ تعالی اس کی طرف اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتاری کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں جس کی پوری تعمیل کرنے کے باوجود فرعون کا خطاب حضرت موسیٰ سے اس طرح تھا: "قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ" (الشعراء ۱۸)

فرعون کہنے لگا کہ (اہاتم ہو) کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی اور تم اس عمر میں برسوں ہمارے پاس رہے اور تم نے وہ حرکت بھی کی تھی (یعنی قبطی کو قتل کیا تھا) اور تم بڑے ناشکرے ہو" (سورہ شعراء ۸)

فرعون نے پہلا احسان پالنے کا اور دوسرا احسان بڑے ہونے پر رکھنے کا پھر یہ عتاب کیا کہ حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے جو ایک قبطی بغیر ارادہ قتل کے مارا گیا اس پر غصہ و ناراضگی کا اظہار کر کے یہ بھی کہا کہ تم کافروں میں سے ہو گئے کیونکہ فرعون خود خدائی کا دعویدار تھا۔

حضرت موسیٰ کا جواب:

"فَعَلْتُھَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّالِّیْنَ" یعنی میں نے یہ کام اس وقت کیا تھا جب کہ میں ناواقف تھا۔ (الشعراء ۲۰)

مراد یہ ہے کہ یہ کام میں نے نبوت سے پہلے کیا تھا جب کہ اس بارے میں مجھے اللہ کا کوئی حکم معلوم نہیں تھا اس کے بعد فرمایا" فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ فَوَھَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ" پھر مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے یہاں سے مفرور ہو گیا، پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو اپنے پیغمبروں میں شامل کر دیا۔ (الشعراء ۲۱)

پھر اس کے احسان جتلانے کا جواب یہ دیا کہ تمہارا یہ احسان جتانا صحیح نہیں، کیونکہ میری پرورش کا معاملہ تمہارے ہی ظلم و عدوان کا نتیجہ تھا کہ تم نے اسرائیلی بچوں کے قتل کا حکم دے رکھا تھا، اس لیے والدہ نے مجبور ہو کر مجھے دریا میں ڈالا اور تمہارے گھر تک پہونچنے کی نوبت آئی ،فرمایا" وَتِلْکَ نِعْمَۃٌ تَمُنُّھَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ" یہ وہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا۔ (الشعراء ۲۲)

اس کے بعد جب فرعون نے سوال کیا کہ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی رب العالمین کون ہے؟ اور کیا ہے؟ تو جواب میں فرمایا کہ وہ رب العالمین آسمان و زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس پر فرعون نے بطور استہزاء حاضرین سے کہا اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ یعنی تم سن رہے ہو کہ یہ کیسی بے عقلی کی باتیں کہہ رہا ہے، اس پر حضرت موسی نے فرمایا رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَائِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ یعنی تمہارے باپ دادوں کا بھی وہی پروردگار ہے اس پر فرعون نے جھنجھلا کر کہا "اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ" یعنی یہ جو تمہاری طرف اللہ کے رسول ہونے کا مدعی ہے وہ دیوانہ ہے۔

مجنون دیوانہ کا خطاب سن کر بجائے اس کے کہ دیوانہ ہونا اور عاقل ہونا ثابت کرتے اس طرف کوئی التفات ہی نہیں کیا بلکہ رب العزت کی

ایک اور صفت بیان فرمائی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا "رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ" وہ رب ہے مشرق ومغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم کو کچھ عقل ہو تو اس کو مان لو یہ ایک طویل مکالمہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ہو رہا ہے، جو سورہ شعراء میں تین رکوع تک بیان فرمایا گیا ہے لیکن حضرت موسیٰ کے مکالمے میں آخر تک نہ کہیں جذبات کا اظہار ہے نہ اس کی بدگوئی کا جواب ہے نہ اس کی سخت کلامی کے جواب میں کوئی سخت کلمہ ہے بلکہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کا بیان ہے اور تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔

آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں اور ہم میں سے کوئی موسیٰ وہارون علیہما السلام کے برابر ہادی وداعی نہیں، تو جو حق تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں، اس پر فقرے کسیں، اس کی توہین کریں وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہو گیا۔

انبیاء کی دعوت کے یہ مختصر سے نمونے تھے جس میں ہر مخاطب اور ہر موقع کے مناسب کلام کرنے میں حکیمانہ اصول اور عنوان وتعبیر میں حکمت ومصلحت کی رعایتیں جو انبیاء نے اختیار کیں یہی دراصل دعوت کی روح ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہمیں ملتی ہے، آپ کی دعوت وتبلیغ وعظ ونصیحت میں اس کا بڑا لحاظ رہتا تھا، کہ مخاطب پر بار نہ ہونے پائے صحابہ کرام جیسے عشاق رسول جن سے کسی وقت بھی اس کا احتمال نہ تھا کہ وہ آپ کی باتیں سننے سے اکتا جائیں گے لیکن آپ کی عادت یہ تھی کہ وعظ ونصیحت روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ کے بعض دنوں میں فرماتے تھے تاکہ لوگوں کے کاروبار کا حرج اور ان کی طبیعت پر بار نہ ہو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یسر وا و لا تعسرو او بشروا و لا تنفروا "۔(صحیح بخاری کتاب العلم)

لوگوں پر آسانی کرو دشواری نہ پیدا کرو اور ان کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ مایوس یا متنفر نہ کرو۔

آپ دعوت واصلاح میں اس کا بڑا اہتمام رکھتے تھے، کہ مخاطب کی سبکی یا رسوائی نہ ہو اگر کسی شخص کو کسی غلط یا برے کام میں دیکھتے تو اس کو منع کرنے کے بجائے مجمع عام کو مخاطب کر کے فرماتے: "مابال أقوام يفعلون كذا" لوگوں کو کیا ہو گیا کہ فلاں کام کرتے ہیں، اس طرح مخاطب کو شرمندگی سے بچاتے۔

انبیاء کی دعوت کا عنوان اکثر یا قومی سے شروع ہوتا ہے، جس میں برادرانہ رشتہ کا اشتراک پہلے جتلا کر آگے اصلاحی کام کیا جاتا ہے کہ ہم تو ایک ہی برادری کے آدمی ہیں۔

حضور نے جو دعوتی خط ہرقل شاہ روم کے نام بھیجا اس میں اول تو شاہ روم کو "عظیم الروم" کے لقب سے یاد فرمایا جس میں اس کا جائز اکرام ہے، اس کے بعد ایمان کی دعوت اس عنوان سے دی۔

" يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلیٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ" اے اہل کتاب اس کلمہ کی طرف جلدی سے آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔(آل عمران ۶۳)

جس میں پہلے آپس کا ایک مشترک نقطہ وحدت ذکر کیا کہ توحید کا عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اس کے بعد عیسائیوں کی غلطی پر متنبہ فرمایا۔

رسید کتب

نام کتاب: بکھرے موتی

مؤلف: نیاز احمد ندوی بستوی

صفحات ۸۰/ قیمت: ۱۰/

ناشر: مکتبہ اسلام محمد علی لین گوئن لکھنؤ۔

بکھرے موتی کے نام سے ترتیب دی گئی یہ کتاب ان مسنون دعاؤں اور عبرت انگیز واقعات اور سیرت وتاریخ اور اسلامیات سے متعلق اہم و دلچسپ معلومات کا مجموعہ ہے جن کو مؤلف نے اپنے دوران مطالعہ اہم سمجھا یا جن واقعات نے ان کو متأثر کیا غرض یہ کہ اس کتاب میں ایسے واقعات کو یکجا کیا گیا ہے کہ اگر ان پر غور کر کے ان کو اپنی زندگی میں ڈھال لیا جائے تو اس سے انسانی زندگی میں ایک قابل رشک تبدیلی آسکتی ہے۔

سیرت وکردار

حضرت رابعہ بصریؒ کے حالات ومناقب

نوشابہ عابد ندوی، پرنسپل جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات کیرانہ، محمد پور

حضرت رابعہ بصری خاصان خداوندی اور پردہ نشینوں کی مخدومہ، سوختۂ عشق، قرب الہی کی شیفتہ اور پاکیزگی میں مریم ثانی تھیں، ولادت کے زمانہ میں بڑی بدحالی تھی، حتی کی آپ کی ولادت کی شب بدحالی کا یہ عالم تھا کہ گھر آپ کے والد کے یہاں نہ تو اتنا تیل تھا جس سے ناف کی مالش کی جاتی اور نہ اتنا کپڑا تھا کہ جس میں آپ کو لپیٹا جا سکتا اور نہ گھر میں چراغ تھا، چونکہ آپ اپنی تین بہنوں کے بعد تولد ہوئیں اسی مناسبت سے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا۔

چونکہ آپ کے والد ماجد بڑے متقی نیک صالح مستغنی مرد تھے اور اللہ سے انہوں نے عہد کیا تھا کہ خدا کے سوا کبھی کسی سے کچھ نہ مانگیں گے، کسی سے کچھ نہ طلب کریں گے، جب آپ کی والدہ نے بے حد اصرار کیا کہ پڑوس سے تھوڑا سا تیل مانگ لائیں تا کہ گھر میں کچھ روشنی ہو جائے، شدید اصرار پر ہمسایہ کے دروازے پر صرف ہاتھ رکھ کر گھر میں آ گئے اور کہہ دیا کہ وہ دروازہ نہیں کھولتا، اسی پریشانی میں نیند آ گئی خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ ؐ نے تسلی وتشفی دیتے ہوئے فرمایا کہ تیری بچی بہت ہی مقبولیت حاصل کرے گی، اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والی بصرہ کے پاس ایک کاغذ پر تحریر کر کے لے جاؤ کہ تو ہر یوم ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے اور شب جمعہ میں چار سو مرتبہ لیکن آج جمعہ کی جو رات گذری ہے اس میں تو درود بھیجنا بھول گیا، لہٰذا بطور کفارہ حامل رقعہ کو چار سو دینار دیدو، صبح کو بیدار ہوئے تو آپ بہت روئے اور خط تحریر کر کے دربان کے ذریعہ والی بصرہ کے پاس بھیج دیا، اس نے مکتوب پڑھتے ہی حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادآوری کے شکرانے میں دس ہزار درہم تو فقراء میں تقسیم کردو اور چار سو دینار اس شخص کو دیدو اس کے بعد والی بصرہ تعظیما خود ملاقات کرنے پہنچا اور عرض کیا کہ جب بھی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوا کرے مجھے مطلع فرما دیا کریں، چنانچہ انہوں نے چار سو دینار لے کر ضرورت کا تمام سامان خریدا۔

حالات وعبادت : جب رابعہ بصری نے ہوش سنبھالا تو والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا اور قحط سالی کی وجہ سے آپ کی تینوں بہنیں بھی آپ سے جدا ہو کر جانے کہاں مقیم ہو گئیں آپ بھی ایک طرف کو چل دیں اسی دوران ایک ظالم نے آپ کو زبردستی پکڑ کر اپنی کنیز بنالیا اور کچھ دنوں کے بعد بہت ہی کم قیمت پر بیچ دیا، اس شخص نے خریدنے کے بعد اپنے گھر لا کر بے حد مشقت آمیز کام لینے شروع کر دیئے، ایک مرتبہ کہیں جا رہی تھیں کہ کسی نامحرم کو اپنے سامنے دیکھ کر اتنی زور سے گری کہ ہاتھ ٹوٹ گیا، اس پریشانی میں مبتلا ہو کر اللہ کے سامنے سجدے میں عرض کیا کہ یا اللہ میں بے یارومددگار پہلے ہی تھی او راب ہاتھ بھی ٹوٹ چکا ہے، اس کے باوجود تیری رضا چاہتی ہوں، چنانچہ غیبی ندا آئی کہ اے رابعہ بصری غمگین نہ ہو کل تجھے وہ مرتبہ حاصل ہوگا کہ مقرب فرشتے بھی تجھ پر رشک کریں گے، یہ سن کر آپ بے حد خوش ہوئیں۔

آپ کا معمول تھا کہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتی اور دن بھر روزہ رکھتی، ایک شب جب آپ کے مالک کی آنکھ کھلی تو اس کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ آپ سجدہ میں پروردگار کے حضور میں گریہ وزاری فرما رہی ہیں اور آپ کے سر پر ایک نور معلق ہے، آپ اپنے رب سے عرض کر رہی تھیں کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو ہمہ وقت تیری عبادت میں گزار دیتی، لیکن چونکہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا دیا ہے، اس لیے تیری

بارگاہ میں دیر سے حاضری ہوئی، یہ دیکھ کر انکا آقا بہت پریشان ہوا اور اپنے اوپر نادم ہوا کہ میں نے ان سے بے جا ظلم و زیادتی سے کام لیا اور سوچا کہ مجھے تو اپنی خدمت لینے کے بجائے الٹی انکی خدمت کرنی چاہئے، صبح ہوتے ہی اس نے آپ کو آزاد کر دیا اور معافی مانگی اور ان کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں جاسکتی ہیں، وہ وہاں سے دوسری جگہ قیام پزیر ہوگئیں۔

آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت پڑھتی تھیں اور گاہے بگاہے حضرت حسن بصریؒ کے وعظ میں بھی شریک ہوتی تھیں، تاحیات آپ بصرہ ہی میں گوشہ نشین ہوکر مصروف عبادت رہیں، ایک مرتبہ بوجہ تھکاوٹ نماز ادا کرتے ہوئے نیند آ گئی، اسی دوران میں ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا؛ لیکن اسے باہر نکلنے کا راستہ ہی نظر نہیں آیا تو اس نے چادر اپنی جگہ رکھتے ہوئے دیکھا کہ راستہ کھل گیا اور نظر آنے لگا؛ لیکن اس نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھالی تو راستہ بند ہوگیا غرض اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا اور ہر مرتبہ اس کے ساتھ یہی ہوا، تو اس نے ندائے غیبی سنی کہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں مبتلا کرنا چاہتا ہے، اس لیے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا ہے اس وقت سے شیطان تک اس کے قریب نہیں بھٹکا، اگر چہ ایک دوست محوِ خواب ہے لیکن دوسرا دوست بیدار ہے۔

حقیقت شناسی : ایک مرتبہ آپ نے کئی یوم سے کچھ نہیں کھایا اور جب خادمہ کھانا تیار کرنے لگی تو گھر میں پیاز نہیں تھا، اور اس نے آپ سے پڑوس میں سے پیاز مانگ لانے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا کہ میں تو برسوں سے اللہ تعالی سے عہد کئے ہوئے ہوں کہ تیرے سوا کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گی، لہٰذا اگر پیاز نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں ابھی آپ کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک پرندہ چونچ میں پیاز لیے ہوئے آیا اور ہانڈی میں ڈال دیا، مگر آپ نے اس کو فریب شیطانی تصور کرتے ہوئے، بغیر سالن کے روٹی کھالی۔

آپ ایک پہاڑی پر تشریف لے گئیں اور تمام صحرائی جانور آپ کے گرد جمع ہوگئے، لیکن اسی وقت جب خواجہ حسن بصری وہاں پہنچے تو وہ تمام جانور بھاگ گئے، حسن بصری نے حیرت زدہ ہوکر آپ سے سوال کیا کہ یہ تمام جانور مجھے دیکھتے ہی کیوں بھاگ گئے، رابعہ بصری نے پوچھا کہ آج آپ نے کیا کھایا ہے، تو انہوں نے کہا گوشت روٹی، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ جب تم ان کا گوشت کھاؤ گے تو پھر یہ تم سے کیوں کر مانوس ہوسکتے ہیں۔

مقام ولایت : ایک مرتبہ آپ حسن بصریؒ کے مکان پر پہنچیں تو اس وقت وہ مکان کی چھت پر اس درجہ مصروف گریہ تھے کہ اشکوں کا پرنالہ بہہ پڑا، رابعہ بصریؒ نے کہا کہ اگر آپ کی یہ گریہ وزاری فریب کا راز ہے، تو بند کر دو تا کہ آپ کے باطن میں ایسا بحر بیکراں موجزن ہو جائے کہ اگر اس کی گہرائیوں میں سے اپنے قلب کو تلاش کرنا چاہو تو نہ مل سکے کیونکہ اللہ تعالی کو ایسا کر دینے میں قدرت کامل حاصل ہے، آپ کی یہ باتیں گو حسن بصری کے لیے بار خاطر ہوئیں؛ لیکن آپ نے خموشی اختیار کر لی اور ایک روز جب رابعہ بصری ساحل فرات پر موجود تھیں تو اچانک حسن بصری بھی وہاں پہنچ گئے اور پانی پر مصلّی بچھا کر فرمایا کہ آئیے ہم دونوں نماز ادا کریں لیکن رابعہ بصری نے جواب دیا کہ اگر یہ مخلوق کے دکھاوے کے لیے ہے تو بہت اچھا ہے؛ کیونکہ دوسرے لوگ ایسا کرنے سے قاصر ہیں، یہ کہہ کر رابعہ نے اپنا مصلی ہوا کے دوش پر بچھا کر فرمایا کہ آیئے دونوں یہاں نماز ادا کریں، تا کہ مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل رہیں پھر رابعہ نے دلجوئی کے طور پر فرمایا کہ جو فعل آپ نے سرانجام دیا ہے وہ تو پانی کی معمولی سی مچھلیاں بھی کرسکتی ہیں اور جو میں نے کیا وہ ایک حقیر سی مکھی بھی کرسکتی ہے، لیکن حقیقت کا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت حسن بصریؒ مکمل ایک شب و روز رابعہ بصری کے یہاں مقیم رہے اور حقیقت معرفت کے موضوع پر گفتگو کرتے رہے لیکن حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ اس دوران مجھے یہ احساس تک نہیں ہوا کہ میں مرد ہوں اور رابعہ عورت ہے اور وہاں سے واپسی پر میں نے اپنے آپ کو مفلس اور ان کو مخلص پایا۔

حضرت حسن بصریؒ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ ایک شب رابعہ بصری کے یہاں پہنچے لیکن اس وقت ان کے یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا

اور حضرت حسن بصری کو روشنی کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ رابعہ نے اپنی انگلیوں پر کچھ دم کیا اور وہ ایسی روشن ہوگئیں کی پورا مکان روشن ہوگیا اور تاسحر وہ روشنی قائم رہی، لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ یہ چیز بعید از قیاس ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے، اس کو آپ کے معجزے میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور حاصل ہوجاتا ہے، کہ خرق عادت شئے کا اظہار انبیاء کے حق میں معجزہ کہا جاتا ہے اور ولی کے لیے کرامت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ کرامت اسے صرف اتباع نبوت ہی سے حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ رویائے صادق نبوت کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے، حضرت رابعہ بصری ایک مرتبہ حسن بصری کے لیے بطور ہدیہ موم، سوئی اور بال روانہ کئے اور یہ پیغام بھیجا کہ موم کی مانند خود کو پگھلا کر روشنی فراہم کرو اور سوئی کی مانند برہنہ رہ کر مخلوق کے کام آؤ اور جب تم ان دونوں چیزوں کی تکمیل کرلو گے تو بال کے مانند ہوجاؤ گے اور کبھی تمہارا کوئی کام خراب نہیں ہوگا۔

ایک مرتبہ حسن بصری نے سوال کیا کہ تمہیں نکاح کی خواہش نہیں ہوتی؟ آپ نے جواب دیا کہ نکاح کا تعلق تو جسم و وجود سے ہے، اور جس کا وجود ہی اپنے مالک میں مل گیا ہو تو اس کے لیے ہر شئی میں اپنے مالک کی اجازت ضروری ہے۔

معرفت: حسن بصریؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ مراتب عظیم کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ ہر شئے کو یاد الٰہی میں گم کر کے، پھر حضرت بصریؒ نے سوال کیا کہ تم نے خدا کو کیونکر پہچانا؟ جواب دیا کہ بے مایہ اور بے کیف ہونے کی وجہ سے، ایک دفعہ حضرت حسنؒ نے آپ سے فرمائش کی کہ مجھے ان علوم کی بابت سمجھاؤ جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ حاصل ہوئے ہیں فرمایا کہ میں نے تھوڑا سا سوت کات کر تکمیل ضروریات کے لیے دو درہم میں فروخت کردیا اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک درہم لے کر اس خیال میں غرق ہوگئیں کہ اگر میں نے دونوں کو ایک ہاتھ میں لیا تو یہ جوڑا بن جائے گا اور یہ بات وحدانیت کے خلاف اور میری گمراہی کا باعث ہوسکتی ہے، بس اس کے بعد سے میری تمام راہیں کھلتی گئیں۔

یقین کی دولت: دو بھوکے افراد رابعہ بصری کے یہاں بغرض ملاقات حاضر ہوئے اور باہمی گفتگو کرنے لگے کہ اگر رابعہ اس وقت کھانا پیش کردیتی تو بہت اچھا ہوتا؛ کیونکہ ان کے یہاں رزق حلال میسر آجائے گا اور آپ کے یہاں اس وقت دو ہی روٹیاں تھیں، چنانچہ آپ نے وہی ان کے سامنے رکھدیں، دریں اثناء کسی سائل نے سوال کیا تو آپ نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر سائل کو دے دیں، یہ دیکھ کر یہ دونوں افراد حیرت زدہ سے رہ گئے، لیکن کچھ ہی وقفہ کے بعد ایک کنیز بہت سی گرم روٹیاں لیے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ میری مالکہ نے بھجوائی ہیں اور جب آپ نے ان روٹیوں کو شمار کیا تو وہ تعداد میں اٹھارہ تھیں، یہ دیکھ کر کنیز سے فرمایا کہ شاید تجھے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ یہ روٹیاں میرے یہاں نہیں بلکہ کسی اور کے یہاں بھیجی گئی ہیں، لیکن کنیز نے وثوق کے ساتھ عرض کیا کہ آپ ہی کے لیے بھجوائی ہیں مگر آپ نے کنیز کے مسلسل اصرار کے باوجود واپس کردیں، اور جب کنیز نے اپنی ملکہ سے واقعہ بیان کیا تو اس نے حکم دیا کہ اس میں مزید دو روٹیوں کا اضافہ کر کے لے جاؤ، چنانچہ جب آپ نے بیس روٹیاں شمار کیں تب ان مہمانوں کے سامنے رکھا اور وہ محو حیرت ہو کر کھانے میں مصروف ہوگئے، فراغت کے بعد انہوں رابعہ سے واقعہ کی نوعیت معلوم کی تو فرمایا کہ میں نے سائل کو دو روٹیاں دے کر اللہ سے عرض کیا کہ تیرا وعدہ ایک کے بجائے دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے اس وعدہ صادق پر مکمل یقین ہے، لیکن کنیز کے اٹھارہ روٹیاں لانے پر میں نے سمجھ لیا کہ اس میں ضرور کوئی سہو ہوا ہے اس لیے میں نے واپس کردیں اور جب وہ پوری بیس روٹیاں لے کر آئی تو میں نے وعدہ کی تکمیل میں لے لیں۔

خود شناسی خدا شناسی: ایک مرتبہ عالم خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ کیا تو مجھے محبوب رکھتی ہے، تب رابعہ بصری نے عرض کیا کہ وہ کون بدنصیب ہوگا جو آپ کو محبوب نہ رکھتا ہو، لیکن میں تو حب الٰہی میں اس درجہ مشغول ہوں کہ اس کے سوا کسی کی محبوبیت کا تصور بھی نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ میں کسی کی محبوبیت کا احساس تک باقی

نہیں رکھتی، لوگوں کے اس سوال پر کہ محبت کیا شئے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محبت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی، کیونکہ بزم عالم میں کسی نے اس کا ایک گھونٹ تک نہیں چکھا جس کے نتیجہ میں محبت اللہ تعالی میں ضم ہوکر رہ گئی ہو، اسی لیے اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ "یحبونھم و یحبونہ اللہ "ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالی کو محبوب رکھتے ہیں، ایک مرتبہ کسی نے یہ سوال کیا کہ آپ جس کی عبادت کرتی ہیں کیا وہ آپ کو نظر بھی آتا ہے، فرمایا کہ اگر نظر نہ آتا تو عبادت کیوں کرتی، آپ ہمہ وقت گریہ وزاری کرتی رہتی تھیں اور جب لوگوں نے سوال کیا اور وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں اس کے فراق سے خوفزدہ ہوں جس کو محفوظ تصور کرتی ہوں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ دم نزع یہ ندا نہ آجائے کہ تو لائق بارگاہ نہیں ہے۔

دانش مندی : لوگوں نے جب سوال کیا کہ خدا بندے سے کس وقت خوش ہوتا ہے فرمایا کہ جب بندہ محنت پر اس طرح شکر ادا کرے جس طرح کہ نعمت پر کرتا ہے، لوگوں نے سوال کیا کہ عاصی کی توبہ قبول ہوتی ہے، یا نہیں؟ فرمایا کہ اس وقت تک وہ توبہ ہی نہیں کرسکتا جب تک خدا توفیق نہ دے اور جب توفیق حاصل ہوگئی تو پھر قبولیت میں بھی کوئی شک نہیں رہا، پھر فرمایا جب تک قلب بیدار نہیں ہوتا اس وقت تک خدا کی راہ بھی نہیں ملتی، یہی فنا فی اللہ کی منزل ہے، آپ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ صرف زبانی توبہ کرنا جھوٹے لوگوں کا فعل ہے، کیونکہ اگر صدق دل کے ساتھ توبہ کی جائے تو دوبارہ کبھی توبہ کی ضرورت ہی نہ پیش آئے پھر فرمایا کہ معرفت توجہ الی اللہ کا نام ہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ وہ خدا سے پاکیزہ قلب طلب کرے اور جب عطا کر دیا جائے تو پھر اسی وقت اس کو خدا کے حوالے کر دے تا کہ حجابات حفاظت میں محفوظ رہ کر مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں۔

حضرت صالح عامری اکثر یہ فرماتے تھے کہ جب مسلسل کسی کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے تو آخر کار کسی نہ کسی وقت دروازہ کھول ہی دیا جاتا ہے، رابعہ بصری نے آپ کا یہ جملہ سن کر سوال کیا کہ آخر وہ کب کھلے گا؟ کیونکہ وہ تو کبھی بند ہی نہیں ہوا، یہ سن کر حضرت صالح کو آپ کی دانش مندی پر مسرت ہوئی اور اپنی کم عقلی پر رنج ہوا۔

درد دل : ایک مرتبہ آپ نے سات شب و روز مسلسل روزے رکھے اور قطعاً آرام نہیں کیا، لیکن جب دن کو بھوک کی شدت کی نفس نے فریاد کی کہ مجھے کب تک اذیت دوگی تو اسی وقت ایک شخص کھانے کی کوئی شئے پیالے میں لیے ہوئے حاضر ہوا، آپ لے کر شمع روشن کرنے اٹھیں کہ اچانک اسی وقت ایک بلی کہیں سے آئی اور اس نے وہ پیالہ الٹ دیا اور جب پانی سے روزہ کھولنے اٹھیں تو شمع بجھ گئی اور آبخورہ گر کر ٹوٹ گیا، اس وقت آپ نے ایک دلدوز آہ بھری اور عرض کیا یا اللہ میرے ساتھ یہ کیسا معاملہ کیا جا رہا ہے، ندا آئی کہ اگر دنیاوی نعمتوں کی طلبگار ہو تو ہم عطا کئے دیتے ہیں؛ لیکن اس کے عوض میں اپنا درد تمہارے قلب سے نکال لیں گے، اس لیے کہ ہمارا غم اور غم روزگار کا ایک قلب میں اجتماع ممکن نہیں اور نہ کبھی جداگانہ مرادیں ایک قلب میں جمع ہوسکتی ہیں، یہ ندا سنتے ہی دامن امید چھوڑ کر اپنا قلب حب دنیا سے اس طرح خالی کر لیا جس طرح مرنے والا زندگی سے امید چھوڑ کر موت کے وقت اپنے کو دنیاوی تصورات سے خالی کر لیتا ہے، اس کے بعد دنیا سے کنارہ کش ہوگئیں، آپ ہر روز صبح اس طرح دعا کرتی کہ اے اللہ! مجھے اس طرح اپنی جانب متوجہ فرما لے کہ اہل جہاں مجھے تیرے سوا کسی کام میں مشغول نہ دیکھ سکیں۔

بعض لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ بلا کسی ظاہری مرض کے آپ گریہ وزاری کیوں کرتی ہیں، فرمایا میرے سینے میں ایک مرض پنہاں ہے جس کا علاج نہ تو کسی طبیب کے بس میں ہے اور نہ مرض تمہیں دکھا سکتی ہوں، اس کا واحد علاج صرف وصال خداوندی ہے، اس لیے میں مریضوں جیسی صورت بنائے ہوئے گریہ وزاری کرتی ہوں کہ شاید اسی سبب سے قیامت میں خواہش پوری ہو جائے۔

استغناء : کچھ اہل اللہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے سوال کیا کہ خدا کی بندگی کیوں کرتے ہو؟ ان میں سے ایک نے تو یہ جواب دیا کہ جہنم کے ان طبقات سے خائف ہو کر جن پر سے روز محشر گزرنا پڑے گا، خدا کی بندگی کرتے ہیں تا کہ جہنم سے محفوظ رہیں اور امید فردوس کی وجہ

سے بندگی کرتے ہیں، فرمایا کہ یہ تو بہت ہی برا ہے یہ سن کر لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کو خدا سے امید وبیم نہیں، فرمایا کہ پہلے ہمسایہ ہے بعد میں اپنا گھر اسی لیے ہماری نظروں میں فردوس وجہنم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، کیونکہ عبادت الٰہی فرض عین ہے، اگر وہ فردوس وجہنم کو تخلیق نہ کرتا تو کیا بندے اس کی بندگی سے منکر ہو جاتے اس سے معلوم ہوا کہ بیم ورجاء سے ہٹ کر بلا واسطہ اس کی پرستش کرنی چاہئے۔

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری آپ کی مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے تو بصرہ کا ایک رئیس آپ کے آستانے پر روپیوں کی تھیلی رکھے ہوئے مصروف گریہ تھا، اور یہ کہتا جارہا تھا کہ یہ رقم رابعہ بصری کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی اس کو قبول نہ کریں گی، لہٰذا آپ سفارش کر دیں تو شاید قبولیت حاصل ہو جائے، چنانچہ حسن بصری نے اندر پہنچ کر اس کی استدعا پیش کردی لیکن رابعہ بصری نے فرمایا کہ جب سے خدا شناسی ہوگئی ہے مخلوق سے کچھ لینے سے حیا آتی ہے، پھر آپ خود ہی سوچیں کہ جس رقم کے متعلق یہ بھی علم نہیں کہ وہ جائز ہے یا ناجائز اس کو میں کیسے قبول کرسکتی ہوں۔

حضرت مالک بن دینار کہا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ بغرض ملاقات رابعہ کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا ہے، جس سے آپ وضو کرتی ہیں، اور پانی پیتی ہیں اور ایک بوسیدہ چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے احباب سے جو بہت مالدار ہیں کچھ آپ کے لیے طلب کرلوں، یہ سن کر آپ نے سوال کیا کہ کیا مجھے اور تمہیں اور دولتمندوں کو رزق عطا کرنے والی ایک ہی ذات نہیں؟ تو پھر کیا درویشوں کو انکی غربت کی وجہ سے فراموش کر رکھا ہے اور امراء کو رزق دینا یاد رہ گیا، میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہے، فرمایا کہ جب وہ ذات ہر فرد کی ضروریات سے واقف ہے تو پھر ہمیں یاد دہانی کی کیا ضرورت اور ہمیں اس کی خوشی میں خوشی ہونی چاہئے۔

ایک مرتبہ موسم بہار میں آپ کنج تنہا تھیں کہ خادمہ نے باہر نکلنے کی استدعا کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہاں آ کر رنگینی فطرت کا نظارہ کیجئے کہ اس نے کیسی کیسی رنگینیاں تخلیق فرمائی ہیں، لیکن آپ نے جواب دیا کہ تو بھی گوشہ نشین ہو کر خود صانع حقیقی ہی کا مشاہدہ کر لے؛ کیونکہ میرا مقصد صانع کا نظارہ ہے نہ کہ صنعت کا۔

بطور آزمائش کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ خدا نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور وصف نبوت صرف مردوں ہی کو کیوں حاصل ہے، اس کے باوجود بھی آپ کو اپنے اوپر فخر وتکبر ہے اور لاحاصل ریاکاری میں مبتلا ہیں، فرمایا کہ تم لوگ بجا کہتے ہو؛ لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا کبھی کسی عورت نے بھی خدائی کا دعوی کیا ہے اور کیا کوئی عورت بھی ہجڑہ ہوئی ہے جب کہ سینکڑوں مرد مخنث پھرتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ شام کو ایسے وقت رابعہ بصری کے یہاں پہنچے جب کہ وہ چولہے پر سالن پکا رہی تھیں، لیکن آپ کی گفتگو سن کر فرمانے لگیں، کہ یہ باتیں سالن پکانے سے کہیں زیادہ بہتر ہیں اور نماز مغرب کے بعد جب ہانڈی کھول کر دیکھا تو سالن خود بخود پک کر تیار ہو چکا تھا، چنانچہ آپ نے اور حسن بصری نے ساتھ مل کر گوشت کھایا، حسن بصری فرماتے ہیں، کہ ایسا لذیذ گوشت میں نے زندگی بھر نہیں کھایا۔

صدق کی تعریف: حضرت حسن بصری، مالک بن دینار اور شفیق بلخی ایک مرتبہ رابعہ بصری کے مکان پر صدق وصفا کے موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حسن بصری نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب کو ناقابل برداشت تصور کرے وہ اپنے دعوی صدق میں کاذب ہے، یہ سن کر رابعہ بصری نے کہا کہ یہ قول خود پسندی کا آئینہ دار ہے، پھر شفیق بلخی نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب پر شکر ادا نہ کرے وہ اپنے دعوی صدق میں جھوٹا ہے، اس پر رابعہ بصری نے فرمایا کہ صادق ہونے کی تعریف کچھ اس سے اور زیادہ بلند ہونی چاہئے پھر مالک بن دینار نے صدق کی تعریف میں فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب میں لذت محسوس نہ کرے اس کا دعوی صدق باطل ہے، لیکن رابعہ بصری نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس سے بھی افضل واعلی کوئی اور تعریف ہونی چاہئے، یہ کہہ کر پھر آپ نے

صدق کی یہ تعریف بیان کی کہ جو مالک کے دیدار پر اپنے زخموں کی اذیت فراموش نہ کر سکے وہ اپنے دعویٰ صدق میں جھوٹا ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دیدار خداوندی میں شدت تکلیف کو فراموش کر دینا کوئی تعجب کی بات نہیں جب کہ حسن یوسف کو دیکھ کر مصری عورتوں نے اپنی انگلیاں تراش ڈالیں اور تمنائے دیدار میں تکلیف کا قطعاً احساس نہ ہو سکا۔

محبت کی علامت : مشائخین بصرہ میں سے ایک شیخ آپ کے یہاں جا کر سرہانے بیٹھتے ہوئے دنیا کی شکایت کرنے لگے، تو رابعہ بصری نے فرمایا کہ غالباً آپ کو دنیا سے بہت لگاؤ ہے، کیونکہ جو شخص جس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اس کا ذکر بھی بہت زیادہ کرتا ہے اگر آپ کو دنیا سے لگاؤ نہ ہوتا تو آپ کبھی اس کا ذکر نہ چھیڑتے۔

مقصد بندگی : حضرت سفیان اکثر یہ فرماتے تھے کہ ایک شب کو میں رابعہ کے یہاں پہنچا تو وہ پوری شب مشغول عبادت رہیں اور میں بھی ایک گوشہ میں نماز پڑھتا رہا، پھر صبح کے وقت رابعہ نے فرمایا کہ عبادت کی توفیق عطا کئے جانے پر ہم کسی طرح معبود حقیقی کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور میں بطور شکرانہ کل کا روزہ رکھوں گی اور اکثر آپ یہ دعا کیا کرتیں کہ یا خدا اگر روز محشر تو نے مجھے نار جہنم میں ڈالا تو میں تیرا ایک ایسا راز افشا کرونگی جس کو سن کر جہنم مجھ سے ایک ہزار سال کی مسافت پر بھاگ جائے گی اور کبھی دعا کرتیں کہ دنیا میں میرے لیے جو حصہ متعین کیا گیا وہ اپنے معاندین کو دیدے اور جو حصہ عقبیٰ میں مخصوص ہے، وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرمادے؛ کیونکہ میرے لیے تو صرف تیرا وجود ہی بہت کافی ہے اور اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں، تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر خواہش فردوس وجہ عبادت ہو تو فردوس میرے لیے حرام فرمادے اور اگر میری پرستش صرف تمنائے دیدار کیلیے ہو تو پھر اپنے جمال عالم افروز سے مشرف فرمادے لیکن اگر تو نے مجھے جہنم میں ڈال دیا تو میں یہ شکوہ کرنے میں حق بجانب ہونگی کہ دوستوں کے ہمراہ دوستوں ہی جیسا برتاؤ ہونا چاہئے، اس کے بعد ندائے غیبی آئی کہ تو ہم سے بدظن نہ ہو، ہم تجھے اپنے ایسے دوستوں کے قریب میں جگہ دیں گے کہ تو ہم سے ہم کلام ہو سکے گی، پھر آپ نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرا کام تو بس تجھے یاد کرنا اور آخری میں تمنائے دیدار لے کر جانا ہے، ویسے مالک ہونے کی حیثیت سے تو مختار کل ہے، ایک رات حالت عبادت میں آپ نے خدا سے عرض کیا کہ مجھے یا تو حضوری قلب عطا فرمادے یا پھر بے رغبتی کی عبادت کو قبولیت عنایت کر دے۔

سفر آخرت : وفات کے وقت آپ نے مجلس میں حاضر مشائخین سے فرمایا کہ آپ حضرات ذرا یہاں سے ہٹ کر ملائکہ کے لیے جگہ چھوڑ دیں چنانچہ سب باہر نکل آئے اور دروازہ بند کر دیا، اس کے بعد اندر سے یہ آواز سنائی دی کہ "یا یتھا النفس المطمئنۃ ارجعی" یعنی اے مطمئن نفس اپنے مولا کی جانب لوٹ چل اور جب کچھ دیر کے بعد اندر سے آواز آنی بند ہوگئی تو لوگوں نے جب اندر جا کر دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی، مشائخین کا قول ہے کہ رابعہ نے خدا کی شان میں کبھی کوئی گستاخی نہ کی اور نہ کبھی دکھ سکھ کی پرواہ کی اور مخلوق سے کچھ طلب کرنا تو درکنار اپنے مالک حقیقی سے بھی کچھ نہیں مانگا اور انوکھی شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، کسی نے حضرت رابعہ بصری کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیسا معاملہ رہا، جواب دیا کہ نکیر نے جب مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے کہا کہ واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرو کہ جب تو نے پوری مخلوق کے خیال کے باوجود ایک ناسمجھ عورت کو کبھی فراموش نہیں کیا تو پھر وہ تجھے کیونکر بھول سکتی ہے اور جب دنیا میں تیرے سوا اس کا کسی سے تعلق نہ تھا تو پھر ملائکہ کے ذریعہ جواب طلبی کے کیا معنی؟، حضرت محمد اسلم طوسی اور نغمی طرطوسی نے بیابانوں میں تیس ہزار راہ گیروں کو پانی پلایا اور رابعہ بصری کے مزار پر آ کر کہا کہ تیرا قول تو یہ تھا کہ میں دو جہاں سے بے نیاز ہو چکی لیکن آج وہ تیری بے نیازی کہاں رخصت ہوگئی چنانچہ مزار میں سے آواز آئی کہ جس چیز کا میں مشاہدہ کرتی رہی اور فی الوقت بھی کر رہی ہوں وہ میرے لیے بہت ہی باعث برکت ہے۔

☆☆☆☆☆

فتح مبین (فتح مکہ) کے موقع پر
رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال عفو ودرگزر

مولانا محمد عمر صاحب مجاہد پوری

رمضان المبارک ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء میں فتح مکہ کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا، اس واقعہ کی تاریخی حیثیت یہ ہے کہ حدیبیہ کے معاہدہ میں یہ طے پا گیا تھا کہ قبائل عرب اس کے لیے آزاد ہوں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش میں سے جس کے بھی حلیف بننا چاہیں بن جائیں، جب معاہدہ پر دونوں جانب سے دستخط ہو گئے تو فوراً عرب کے قبیلے خزاعہ نے اعلان کیا کہ ہم مسلمانوں کے حلیف ہونا پسند کرتے ہیں، اور قبیلے بنو بکر نے کہا کہ ہم قریش کے حلیف بننا چاہتے ہیں اور دونوں قبائل اسطرح الگ الگ دو جماعتوں کے حلیف ہو گئے تقریباً ڈیڑھ سال تو معاہدہ پر ہر دو جانب سے پوری طرح عمل ہوتا رہا لیکن ڈیڑھ سال کے بعد ایک نیا واقعہ پیش آ گیا، وہ یہ کہ بنی خزاعہ اور بنی بکر کے درمیان عرصہ سے جنگ کا سلسلہ جاری رہ چکا تھا، جو اس درمیانی مدت میں اگرچہ بند رہا مگر اچانک کسی بات پر پھر جنگ چھڑ گئی اور بنی بکر ایک شب کو مقام ذنیرہ میں بنو خزاعہ پر جا چڑھے قریش کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ رات کا وقت ہے اور مسلمان یہاں سے بہت دور میں تھے، موقع ہے کہ بنی خزاعہ کو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حلیف ہونے کا مزہ چکھایا جائے، چنانچہ انھوں نے بھی بنی بکر کا ساتھ دیتے ہوئے بنی خزاعہ کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اچانک خبر آتی ہے کہ کفار قریش نے مسلمانوں کے حلیف پر حملہ کر کے اس معاہدے کی دھجیاں بکھیر دیں جو مقام حدیبیہ پر طے پایا تھا، پانی سر سے گزر چکا ہے اور پچھلے تجربات کی روشنی میں قریش سے کسی قسم کی انسانیت اور عدل وانصاف کی توقع فضول ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے آگاہ فرمایا اور جہاد کی تیاری کے لیے مشورہ فرمایا حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور قریش کے درمیان تو معاہدہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا .....مگر قریش نے خود معاہدہ توڑ دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف مدینہ میں اعلان عام کرا دیا کہ جو شخص اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان تک مدینہ منورہ پہنچ جائے، رمضان المبارک کی ابتدائی تاریخیں تھیں کہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار جانثاروں کے ساتھ اس سرزمین کی جانب روانہ ہوئے جس سے عہد رفتہ کی بے شمار تلخ وشیریں یادیں وابستہ ہیں، جس کی فضاؤں میں آپ کی عمر کا بڑا حصہ بسر ہوا، جہاں کبھی آپ کو امین وصادق کے لقب سے نواز کر عقیدت کے پھول نچھاور کئے گئے تھے اور کبھی آپ پر پتھروں اور گالیوں کی بارش ہوئی، جس کی آبادی کو سب سے پہلے آپ نے خدا کا پیغام سنایا اور جس کے ویرانوں کو اوائل عمر میں اپنی خلوتوں اور عبادتوں سے معمور فرمایا، جس شہر سے ایک جانثار کی رفاقت میں ظلمت شب کی چادر اوڑھ کر نکلے، آج اسی کی جانب عجیب شان سے پیش قدمی فرما رہے تھے اور آپ کی اس پیش قدمی کے

ساتھ تاریخ کے ایک نئے اور عظیم الشان باب کا آغاز ہورہا تھا۔

آج آپ تنہا نہیں تھے، بلکہ آپ کے ہمراہ دس ہزار جانثاروں کا عظیم لشکر ہے، منزل سامنے آچکی ہے، مکہ معظّمہ کی سنگلاخ زمین آج بھی ان مظالم کی یاد تازہ کررہی ہے جو کبھی مسلمانوں پر ڈھائے گئے تھے ،اور تپتے ہوئے سنگریزے آج بھی کفارقریش کی سنگدلی اور حق پرستوں کی مظلومیت کی داستانیں سنا رہے ہیں، کفارقریش کو اپنی بے بسی کا احساس ہو چکا ہے، اس لیے ان کے دل ودماغ امید وبیم کے ملے جلے جذبات کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، ادھر مسلمانوں میں فتح مندی وکامرانی کے احساس سے مسرت کی لہر دوڑ چکی ہے، بلکہ بعض حضرات کا تو یہاں تک خیال ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم ظالموں سے پورا پورا انتقام لیں ؛لیکن شہر میں داخلہ سے قبل ہی رحمۃ للعالمین کی جانب سے اعلان ہوتا ہے۔

۱- جوشخص مقابلہ نہ کرے اور گھر میں بیٹھ رہے اسے امان ہے۔

۲- جوشخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اسے امان ہے (یہ ابوسفیان وہی ہے جو ہمیشہ اسلام اور داعی اسلام کے جانی دشمن رہے اور اسلام کے خلاف جتنی لڑائیاں ہوئیں نہ صرف یہ کہ ان میں نمایاں طور پر حصہ لیا؛ بلکہ ان لڑائیوں کے روح رواں تھے)۔

۳- جوشخص مسجد حرام میں پناہ گزیں ہوجائے اسے امان ہے۔

۴- جوشخص ہتھیار ڈالدے اسے بھی امان ہے۔

۵- جوشخص حکیم بن حزام کے مکان میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔

۶- جوشخص ابورویحہ کے جھنڈے کے نیچے آجائے اسے امان ہے۔

ایک صاحب کی زبان سے نکلتا ہے "الیوم یوم الملحمہ "آج خونریزی کا دن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "الیوم یوم المرحمۃ" (نہیں) آج رحم وکرم اور عفوودرگذر کا دن ہے۔

آپ شہر میں داخل ہورہے ہیں، ناقہ پر سوار ہیں تواضع وانکساری سے جبین مبارک خم ہے اور زبان مبارک سے یہ کلمات جاری ہیں "اللھم لا عیش الا عیش الآخرہ" اے اللہ پرمسرت زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے۔

دشمنوں پر فتح وکامرانی کے وقت اس درجہ انکساری اور فروتنی اور عفوو درگزر کے پاکیزہ جذبات بس اسی ذات کا حصہ ہے جسے رحمت عالم بنا کر مبعوث کیا گیا، شہر میں داخلہ کے بعد آپ بیت اللہ میں تشریف لائے نماز پڑھی اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک فرمایا۔

اس کے بعد آپ کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا آپ نے خانہ کعبہ کی کلید عثمان بن طلحہ شیبی کو عنایت فرمائی، یہ پرانے کلید بردار تھے۔

ہجرت سے قبل ایک بار جب آپ نے ان سے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولنے کی درخواست کی تھی تو انہوں نے دروازہ نہیں کھولا تھا اس وقت آپ نے فرمایا تھا اے عثمان! عنقریب وہ دن بھی آنے والا ہے جب کہ کنجی میرے قبضہ میں ہوگی اور جس کو چاہوں گا دوں گا، الغرض اپنے عفوو درگزر سے کام لیتے ہوئے کلید کعبہ سے انہیں محروم نہیں کیا اور کنجی انہیں واپس فرمادی۔

اگر چہ عام معافی کا اعلان ہو چکا تھا مگر چند افراد مخصوص جرائم کے باعث اس عام معافی سے مستثنٰی تھے؛ لیکن آخر کار وہ بھی سرورکونین کی رحمت وشفقت سے محروم نہ رہے، ہم یہاں اجمالی طور پر ان کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

عکرمہ بن ابی جھل: یہ اس شخص کے بیٹے تھے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا لقب دیا تھا اور جسے اپنی قوم کے فرعون سے تعبیر فرمایا تھا، اس کی تمام تر جدوجہد اور تگ ودو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی کے لیے وقف تھی اور اسلام وداعی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں پیش پیش تھا، یہ عکرمہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر تھے، فتح مکہ کے دن مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے لیکن اسلام کی شان وشوکت دیکھ کر فرار ہوگئے ان کی اہلیہ مشرف باسلام ہوئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کے لیے امان حاصل کرکے ان کی تلاش میں نکلیں، حسن اتفاق سے شوہر تک ان کی رسائی اس وقت ہوئی جب وہ

ساحل سمندر تک پہونچ چکے تھے اور کسی جہاز پر سوار ہونے والے تھے، بیوی نے انھیں دیکھتے ہی پکارا "جئتك من احلم الناس واوصلهم واكرمهم" میں ایسے شخص کے پاس سے آ رہی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا اور سب سے زیادہ شریف ہیں، مژدہ ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں معاف کر دیا ہے، یہ خوشخبری سن کر عکرمہ وطن واپس آ گئے، جس وقت بارگاہ نبوت میں پہونچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں خوش آمدید کہنے کے لیے اس طرح اٹھے کہ دوش مبارک سے چادر ڈھلک گئی اور فرمایا کہ "مرحبا یاالراکب المهاجر" اے تارک وطن سوار تم خوب واپس آئے۔

صفوان بن امیہ: یہ وہ ہیں جن کی تمام عمر اسلام کی مخالفت میں گزری اشعار کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے رہے، سینے میں بغض و عداوت کی بھڑکتی ہوئی آگ سے مجبور ہو کر ایک تیز تلوار زہر میں بجھائی اور عمیر بن وہب کو مدینہ منورہ اس مقصد سے روانہ کیا کہ وہ اس تلوار سے اس شمع فروزاں کو گل کر دے جس کی ایمان بخش روشنی سے کفر کی تاریکیاں چاک ہو رہی تھیں، پروردگار عالم نے آپ کو اس سازش سے مطلع فرمادیا اور اپنے ارادہ میں کامیاب ہونے سے قبل عمیر بن وہب ایک گرفتار مجرم کی حیثیت سے دربار نبوت میں حاضر تھا، اس نے رحمت عالم سے معافی کی درخواست کی؛ چنانچہ اس کو معاف کر دیا گیا لیکن اس سازش کے روح رواں صفوان بن امیہ کا جرم برقرار تھا، فتح مکہ کے موقع پر جب اس کو عام معافی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تو وہ فرار ہو گئے، سابق شریک سازش عمیر بن وہب نے ان کے لیے امان کی درخواست کی تو نہ صرف یہ کہ آپ نے ان کی درخواست قبول فرمالی؛ بلکہ جب اس نے آپ سے کوئی نشانی طلب کی تو آپ نے وہ عمامہ عطا فرمایا جو فتح مکہ کے دن زیب تن تھا، عمیر نے جدہ پہنچ کر مژدہ سنایا اور کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سب سے زیادہ بردبار اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، صفوان بن امیہ مکہ مکرمہ واپس آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر غور وفکر کے لیے دو ماہ کی مہلت طلب کی، آپ نے دو ماہ کے بجائے چار ماہ کی مہلت عطا فرمائی، اس مہلت کا یہ مطلب نہ تھا کہ مدت متعینہ کے بعد انھیں قتل کر دیا جائے گا، بلکہ چار ماہ بعد عدم اطاعت کی صورت میں وہ جہاں سے آئے تھے وہاں دوبارہ جاسکتے تھے، صفوان بن امیہ اسی حالت کفر میں آپ کے ساتھ حنین و طائف کے معرکوں میں بھی شریک رہے، بالآخر اسلام کی خوبیوں سے متأثر ہو کر از خود مسلمان ہو گئے۔

عبداللہ بن ابی سرح: انھیں کتابت وحی کی خدمت سپرد تھی؛ لیکن ان پر اس طرح شیطان کا غلبہ ہوا کہ مرتد ہو گئے اور مشرکین مکہ کی شیطانی رسوم و عبادات کی تعریف کرنے لگے، انھوں نے نہایت شرمناک اور سنگین جرم کا ارتکاب کیا تھا اس کے باوجود جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ انھیں اپنے ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان کی درخواست کی تو آپ نے معاف فرمادیا اور عبداللہ بن سرح گناہ سے تائب ہو کر دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

عبداللہ بن زبعری: یہ اشعار کے ذریعہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے ان کے متعلق بھی یہ حکم تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دئے جائیں، یہ فرار ہو کر نجران چلے گئے لیکن خود ہی وہاں سے واپس آ کر اس بارگاہ میں حاضر ہو گئے، جہاں سے بڑے بڑے مجرم اپنے ظلم وجور کے بدلے عفو و درگزر اور محبت و شفقت کی سوغات لے کر لوٹ رہے تھے، عبداللہ بن زبعری نے بطور معذرت چند اشعار پڑھے اور مشرف باسلام ہو گئے۔

وحشی بن حرب: یہ وہی شخص ہیں جن کی ذات سے اسلامی تاریخ کے تلخ ترین حادثہ کی یاد وابستہ ہے، یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و مشفق چچا کے قاتل ہیں، وحشی کو بھی عام معافی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا؛ لیکن جب وہ کلمہ پڑھتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ان کا اسلام تسلیم فرمالیا پھر آپ نے ان سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی کیفیت دریافت فرمائی جب انھوں نے واقعہ بیان کیا تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور فرمایا وحشی! تمہارا قصور معاف ہے لیکن تم میرے

سامنے نہ آیا کرو تمہیں دیکھ کر پیارے شہید چچا کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

کعب بن زہیر: یہ وہ ہیں جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجو کی تھی، فتح مکہ کے موقع پر فرار ہوگئے اور عرصہ دراز تک دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قصور معاف فرمادیا۔

ھبار بن اسود: یہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے قاتل ہیں، جب حضرت زینبؓ مکہ سے ہجرت کر کے اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہورہی تھیں تو اس شخص نے انہیں نیزہ مارا وہ اونٹ سے گر پڑیں، حمل ساقط ہوگیا، اس صدمہ سے تاب نہ لاسکیں اور اللہ کو پیاری ہوگئیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے سخت رنج تھا جب اس حادثہ کی یاد تازہ ہوجاتی تو آب دیدہ ہوجاتے، ھبار اسلام لے آئے معافی کی درخواست کی اور انھیں معاف کردیا۔

ھندہ: یہ ابوسفیان کی بیوی ہیں اپنے شوہر کی طرح اسلام کی عداوت میں پیش پیش تھیں، جنگ احد کے موقعہ پر اپنی سہیلیوں کے ساتھ رجزیہ اشعار گا گا کر کفار قریش کا دل بڑھا رہی تھیں، اسی جنگ میں جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انھوں نے ان کے اعضاء قطع کر کے ہار بنایا اور ان کا جگر نکال کر چبایا، صرف یہ نہیں بلکہ فتح مکہ کے دن جب ابوسفیان نے شہر میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور آپ کی جانب سے عام معافی کے اعلان کا تذکرہ کیا تو ہندہ ان کی ڈاڑھی پکڑ کر بولی لوگو! اس احمق کو قتل کردو یہ کیا بکواس کررہا ہے، اگرچہ ہندہ کے قتل کا حکم تھا لیکن وہ مشرف باسلام ہوگئیں اور انھیں معاف کردیا گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو وکرم کو دیکھ کر ان سے خاموش نہ رہا گیا اور کہنے لگیں، یارسول اللہ مجھے آج سے قبل اس روئے زمین پر آپ سے زیادہ کسی سے نفرت نہ تھی؛ لیکن آج میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً　عَلَى حَبِيبِكَ خَيرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

/////☆☆☆☆/////

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: بیانات طارق جمیل جلد نمبر ۶/۵

ترتیب: محمد ارسلان بن اختر میمن

ترتیب جدید: شمشیر احمد قاسمی

صفحات: جلد نمبر ۵......۴۹۶　جلد نمبر ۶......۵۵۰

قیمت: ۱۶۰　//　//　//

ناشر: دار الکتاب مسجد رحمت روڈ کاندے والی، ممبئی

عالم اسلام کے مبلغ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب کا نام کسی بھی اعتبار سے محتاج تعارف نہیں ہے، اللہ رب العزت نے ان کو جہاں بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے وہیں زبان وبیان کا ایک ایسا عظیم ملکہ عطا کیا ہے جس سے وہ علماء طبقہ میں ممتاز نظر آتے ہیں، آپ کے بیان کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس کا عوام وخواص دونوں پر ملا جلا کر اثر پڑتا ہے اور سامعین کا کوئی بھی طبقہ آپ کے انداز تکلم سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، زبان کی سادگی، عمدہ اسلوب، بہترین سلاست، اچھوتا اور نرالا انداز اور اس طرح کی ایسی بے شمار خوبیاں ہیں جس نے آپ کو خطباء کی بھیڑ میں منفرد مقام عطا کررکھا ہے، آپ قرآن وحدیث اور عبرت انگیز واقعات ولطائف کو اس انوکھے انداز میں اپنی گفتگو کا حصہ بنالیتے ہیں کہ سامعین کے مجمع سے عش عش کی آواز آنے لگتی ہے۔

اس وقت جو کتابیں ہمارے سامنے ہیں وہ دراصل مولانا کے بیانات کی پانچویں اور چھٹی کڑی اور ان کے بیانات کا انمول خزانہ ہے اس سے پہلے ان کے بیانات کے ۴ مجموعے منظر عام پر آکر عوام میں قبولیت عامہ حاصل کرچکے ہیں، یوں تو مولانا طارق جمیل کے بیانات کی اشاعت میں بہت سے اداروں نے دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے، مگر اس حوالے سے دار الکتاب ممبئی نے اپنی جو انفرادی شناخت بنائی ہے وہ کسی کا حصہ نہیں بن سکی۔

چونکہ اس ادارہ نے ان مجموعہ بیانات کو بہتر سے بہتر بنانے کی غرض سے قرآن کریم اور آحادیث شریف کی عبارتوں پر اعراب لگانے، حوالہ نقل کرنے اور پورے مجموعہ کو تحریر کے بجائے تقریر کے انداز میں منتقل کرنے پر خاص توجہ دی ہے مگر ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ دونوں مجموعے عوام وخواص کے لیے کس حد تک مفید وکارآمد ثابت ہوں گے اس کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جن کو ان کے مطالعہ کا موقع میسر آئے گا، اس لیے امید کی جانی چاہئے کہ اہل ذوق حضرات اس مجموعہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے، اور یہ دونوں مجموعے ان کی تسکین کا باعث بنیں گے۔

گوشۂ خواتین

نویں اور آخری قسط

اسلام میں پردے کی اہمیت

محترمہ سارہ عزیزی ناظمہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات، مظفرآباد

مخلوط تعلیم کا زھر:

آج کل لڑکیوں کو اسکولوں، کالجوں میں پڑھانے کے لیے بھیجتے ہیں، ان کو اونچی ڈگریاں دلانے کی کوشش کرتے ہیں، اول تو اس میں اس حکم کی خلاف ورزی ہے کہ عورت اپنے گھر میں رہے، اگر باہر نکلنا ہو تو بدرجہ مجبوری پابندیوں کے ساتھ نکل سکتی ہے، مگر وہ تو پردہ کے اہتمام کے بغیر نکلتی ہیں، اور خوب بن ٹھن کر خوشبو لگا کر جاتی ہیں، پھر رہی سہی کسر مخلوط تعلیم نے پوری کردی، ایک ہی کلاس میں لڑکے اور لڑکیاں اور بالغ مرد اور عورت بے پردہ ہو کر بیٹھتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اسلامیات کی ڈگری لینے والے (بلکہ تفسیر وحدیث پڑھنے والے طلبہ وطالبات) عین تعلیم کے وقت اسلامی احکام کو پامال کرتے جاتے ہیں، اور جو لوگ ان باتوں پر نکیر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ غیر شرعی طریقہ ہے وہ کیسی ہی آیات واحادیث پیش کریں، ان کی بات کو دقیانوسی کہہ کر ٹال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ دے اور دین کے صحیح تقاضے کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام عفت وعصمت والا دین ھے۔

اسلام حیا اور شرم، عفت وعصمت، غیرت وحمیت والا دین ہے، اس نے انسانیت کو اونچا مقام دیا ہے، انسان اور حیوان میں جو امتیازی فرق ہے، وہ اسلام کے احکام پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے، اسلام یہ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ انسانوں میں حیوانیت آجائے اور چوپایوں کی طرح زندگی گزاریں، مردوں اور عورتوں کے اندر جو ایک دوسرے کی طرف مائل ہونے کا فطری تقاضا ہے، شریعت اسلامیہ نے ان کی حدود مقرر فرمائی ہیں، حقوق نفس اور حظوظ نفس سب کا خیال رکھا ہے، لیکن انسان کو شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑا کہ جو چاہے کھائے اور جو چاہے پہنے اور جہاں چاہے نظر ڈالے اور جس سے چاہے لذت حاصل کرے، بہت سے لوگ جو نام نہاد مسلمان ہیں (اگرچہ علوم عصریہ میں ماہر ہیں اور دنیاوی معاملات سے اچھی طرح واقف ہیں) یورپ و امریکہ کے یہود ونصاریٰ اور بد دین ملحدوں اور زندیقوں کی دیکھا دیکھی بلکہ ان کی ترغیب اور تحریر سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو بھی بہیمیت کے سیلاب میں بہا دینا چاہتے ہیں، جب ان لوگوں کے سامنے پردہ کے احکام ومسائل پیش کئے جاتے ہیں تو قرآن وحدیث کے واضح دلائل سامنے ہوتے ہوئے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب باتیں مولوی ملاؤں نے نکالی ہیں، عورتوں کو بے پردہ پھرانے بلکہ کلبوں میں نچوانے کو یہ لوگ ترقی سے تعبیر کرتے ہیں۔

کونسی ترقی محمود ھے؟

عورت صنف نازک تو ہے ہی، کم سمجھ بھی ہے جب ان کو بہکایا جاتا ہے کہ پردہ ترقی کے لیے آڑے ہے اور مُلّا کی ایجاد ہے تو یہ اپنی نادانی سے اس بات کو باور کر لیتی ہیں اور میلوں، جلسوں، پارکوں، بازاروں اور تفریح گاہوں میں پردہ شکن ہو کر بے محابا مردوں کے سامنے گھومتی پھرتی ہیں اور بے حیائی اور عفت وعصمت کو داغدار کرنے والے عمل کو ترقی سمجھتی ہیں، دشمنان اسلام نے بس ترقی کا لفظ یاد کر لیا ہے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کس چیز کی ترقی محمود ہے؟ اور کونسی ترقی مذموم ہے؟ اگر قوم کی بہو بیٹیاں بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلیں اور بازاروں، پارکوں میں مردوں کے ساتھ مل جل کر گھومتی پھریں، تو اس میں کس چیز کی ترقی ہے؟ کیا اس میں انسانیت بام ترقی تک پہنچ گئی، یا غیرت اور شرافت میں کچھ اضافہ ہو گیا؟ نہیں نہیں! اس سے تو عصمت وعفت لٹ جانے کی راہیں ہموار ہو گئیں ﴿بقیہ صفحہ ۱۵ / پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تبصرے

نئی کتاب پر تبصرہ

مولانا محمد نظام الدین ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

نام کتاب: الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا

مؤلف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۱۴۶ قیمت: ۱۵؍روپئے

ناشر: دار البحوث والنشر مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

زیر نظر کتاب امامت کے مسائل اور اس کے احکام کا ایک ایسا خوبصورت مجموعہ ہے، جس میں مصنف کتاب نے بڑی مہارت اور سلیقے کے ساتھ، طویل کتابوں سے امامت کے مسائل کو چھانٹ کر حوالہ کیساتھ یکجا کر دیا ہے، اور دوران تحریر اس انداز سے مسائل کی تشریح کی ہے کہ جس سے امامت کے فضائل اور امامت کی ذمہ داریاں بجا طور پر سامنے آجاتی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نماز کی امامت اگر چہ امامت صغری کی حیثیت رکھتی ہے، مگر چونکہ امامت کبری جس کا تعلق خلافت سے ہے اس کے ہوتے ہوئے ہی صحیح اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے، اس لیے امامت کبری کے مستقل اہم مسائل ہیں جن پر کتب فقہ میں کافی مواد بلکہ مستقل کتب خانے موجود ہیں لیکن چونکہ امامت کبری پر ہی امامت کا صغری کا بھی انحصار ہے اس لیے بعض مسائل امامت کبری کے بھی اس کتاب میں مذکور ہیں باقی تفصیلات امامت صغری یعنی نماز کی امامت سے متعلق ہیں۔

غرضیکہ مصنف موصوف نے امامت صغری کے مسائل کو بہت تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے جس سے اماموں کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں خاصی مدد مل سکے گی، چونکہ امامت کرنے والا شخص شریعت کی نظر میں اس بات کا پابند ہے کہ اس کی امامت میں ایسی کوئی خرابی باقی نہ رہ پائے جو اللہ کی نظر میں قابل گرفت ہو، اس لیے کہ اگر امام سے ایسی کوئی حرکت سرزد ہو جاتی ہے تو اس سے صرف اس کی ذاتی نماز پر ہی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کی گرفت میں ان تمام لوگوں کی نمازیں آجاتی ہیں جو اس کی اقتدا کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس میں معمولی سی بھی غلطی یا کوتاہی انسان کی نماز کے اکارت ہو جانے کا سبب بن سکتی ہے اور یہ سچ ہے کہ کوئی بھی انسان کسی بھی طرح کی غلطی جان بوجھ کر نہیں کرتا بلکہ اس کے پیچھے اس کی لاعلمی اور عدم واقفیت کا خاص دخل ہوتا ہے، خاص طور پر موجودہ وقت میں چونکہ اماموں کے انتخاب کے سلسلے میں کافی کوتاہیاں ہونے لگیں ہیں اور اکثر مسجدوں میں ایسے لوگ امامت کی جگہ پر کھڑے نظر آتے ہیں، جن کو شرعی مسائل سے واقفیت تو درکنار خود ان کے افعال و کردار اور ان کی وضع قطع اس قابل نہیں ہوتی جو امامت کے لیے لازمی جزو سمجھی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی نمازیں بھی کوتاہیوں اور غلطیوں کی نظر ہو کر فاسد ہو جاتی ہیں۔

اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ عوام کو اس بحرانی دور سے نکالنے کے لیے ایک کامیاب پیش رفت کی جاتی، زیر نظر کتاب نہ صرف اس احساس کا نتیجہ ہے بلکہ اس سے کسی حد تک اس کمی کی تلافی ممکن ہے، اہم بات یہ ہے کہ مصنف کتاب مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے اس کتاب کو مفید سے مفید تر بنانے کی غرض سے امامت کے مختلف مسائل کو فقہ کی طویل اور مبسوط کتابوں سے منتخب کر کے افادہ عام اور قارئین کی سہولت کے لیے درج ذیل دس ابواب میں جمع کر دیا ہے:

۱-امامت کے احکام وشرائط ۲-امامت کا استحقاق اس کی ترتیب اور اس پر اجرت لینے کی شرعی حیثیت ۳-امام کے اوصاف وخصوصیات ۴-کن کی امامت جائز و درست ہے اور کن کی مکروہ ۵-کن کی اقتداء جائز ہے اور کن کی جائز نہیں ۶-تنہا عورت کی جماعت، عورت اور بچے کی امامت ۷-امام ومقتدی کے افعال ۸-نماز میں خلیفہ بنانا ۹-سجدہ سہو کے مسائل ۱۰-مسائل متفرقہ۔

غرضیکہ مصنف نے موجودہ دور کے مزاج کے مطابق اختصار کے ساتھ اس کتاب کو افادۂ عام کے قابل بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، اور اس میں اس انداز سے مسائل کو یکجا کیا ہے، جس سے عام پڑھے لکھے لوگوں کو رہنمائی مل سکتی ہے، اس کے علاوہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود مصنف کو کئی سالوں تک اکابر علماء کی امامت کا شرف حاصل رہا ہے اس لیے انھوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں روزمرہ کے مسائل پر اس طرح روشنی ڈالی ہے، کہ اس سے لوگوں کو کافی حد تک رہنمائی مل سکتی ہے، خاص طور پر جن مدارس میں تدریب ائمہ کا کورس ہے ان کے لیے یہ کتاب رہنما ثابت ہوگی۔

اہم بات یہ ہے کہ زیر نظر کتاب عربی میں ہے جس کا اردو ترجمہ بہت جلد ہی منظر عام پر آنے والا ہے، سر دست مصنف کی یہ تصنیف بہترین طباعت، عمدہ کاغذ اور خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ ہمارے سامنے ہے، مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، دار الکتاب دیوبند اور اتحاد بک ڈپو دیوبند سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

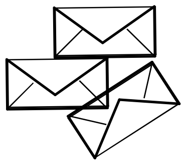

مراسلات

Markazu Ihyail Fikril Islami Muzffarabad.Saharanpur(u.p)

مکرم ومحترم جناب محمد مسعودعزیزی ندوی، چیف ایڈیٹر نقوش اسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے، آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا، رسالہ نقوش اسلام باقاعدگی سے مل رہا ہے، ہر ماہ نئے نئے موضوعات پر مضامین از دیادعلم کا باعث ہوتے ہیں، آپ کی علمی کاوشوں کا یہ مجلّہ آئینہ دار ہے، خدا تعالی اس رسالے کو سعادت مندروحوں کے لیے رشد وہدایت کا باعث بنائے، ایک مضمون جودو ماہ قبل روز نامہ ''جنگ''لندن سے شائع ہوا تھا وہ ارسال خدمت ہے، امید ہے کہ آپ پسند فرمائیں گے۔ والسلام

محمد زکریا ورک

کنگسٹن (کینیڈا)

برادرم مولانا مسعودعزیزی حفظکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ ہفتہ جب اپنے بیرونی سفر سے واپس ہوا تو جمع شدہ ڈاک میں مارچ ۲۰۰۶ء کا شمارہ ''نقوش اسلام'' ملا، یاد آوری کا شکریہ، خصوصا اس لیے بھی قدر ہوئی کہ آپ نے ہندوستان سے اتنے دور رہنے والے کو یاد رکھا، فجزاکم الله جزاء أخیراً۔

مجھے امید ہے کہ آپ کا مجلّہ اسلام کے صحیح نقوش کو ابھارنے کا کام کرے گا، مجلّہ اور پھر کسی سنجیدہ اور علمی مجلّہ کا نکالنا ہوا کے سامنے چراغ لے کر چلنے کے مترادف ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مجلّہ اپنے مقاصد کی تبلیغ میں کامیاب رہے۔

مجلّہ میں ایسے مضامین کی کوشش کریں جن سے عصری تحدیات (چیلنجوں) کا علمی نہج پر جواب ہو، تا کہ نوجوان مسلمان اور خصوصاً انگریزی جامعات کے نوجوان اس سے استفادہ کرسکیں اور ساتھ ہی مدارس کے طلباء کو بھی عصری علمی تحدیات کا علم ہوسکے، عام مجلات سے علیحدہ اپنا راستہ بنائیں، مجلّہ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔ والسلام

سید سلمان ندوی

ڈربن، جنوبی افریقہ

مکرمی! سلام مسنون

تازہ شمارہ اور ساتھ میں والا نامہ ملا، ندائے شاہی تبادلہ میں جاری کیا جارہا ہے، دعاء میں یاد رکھیں۔ والسلام

۱۴۲۷/۹/۱۲ احقر محمد سلمان منصور پوری

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رسالہ نقوش اسلام ملا، پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، ماہنامہ نقوش اسلام ایک علمی فکری تحقیقی رسالہ ہے جس سے عام وخاص سب کی اصلاح ہوگی، اللہ رب العزت آپ کو مزید ہمت واستقامت عطا فرمائے، آپ جیسے مخلص حضرات ہی گمراہ لوگوں کو سیدھے راستے پر لا سکتے ہیں، میرا ایک ناقص مشورہ ہے کہ نقوش اسلام کا ایک صفحہ ایسا بھی ہونا چاہئے جس میں صرف فقہی مسائل ہوں جو سوال وجواب کی شکل میں شائع ہوں، کیونکہ موجودہ دور میں نئے نئے مسائل پیدا ہورہے ہیں، ان مسائل کو آپ جیسے مخلص حضرات ہی حل کرسکتے ہیں میرا یہ ایک ناقص مشورہ ہے اس پر غور فرمائیں۔ فقط والسلام

قاری سید شمیم احمد فیضی

استاد دارالعلوم سکندریہ

نوٹ

یہ تازہ شمارہ آپ کو کیسا لگا

اس کو جاننے کے لیے ہمیں آپ کی تحریروں کا انتظار رہے گا۔

مراسلہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیں۔ (ادارہ)

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

افغانستان کے حالات مزید ابتر

واشنگٹن-امریکی ڈیفنس انٹیلجنس ایجنسی کے ڈائریکٹر جنرل مائیکل میپلو نے آرمڈ سروسز کی کمیٹی کو بتایا ہے کہ افغانستان میں مزاحمت پسندوں کی کارروائیاں بڑھ گئی ہیں اور فوج کی صلاحیت میں اضافہ اور ملک کی تعمیر نو کے لیے بین الاقوامی برادری کی کوششوں کو نقصان پہنچا ہے اور وہ کابل حکومت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے خبردار کیا ہے کہ افغانستان میں آنے والے دنوں میں تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوگا اور صورتحال بگڑتی جائے گی، کرزئی حکومت صورت حال کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

الجزیرہ کے انگریزی چینل کا آغاز

دبئی-قطر کے مشہور عربی چینل الجزیرہ نے انگریزی زبان میں ایک بین الاقوامی چینل کی چوبیس گھنٹے روزانہ نشریات شروع کر کے مغربی میڈیا اور خاص طور پر سی این این، بی بی سی کی بین الاقوامی اجارہ داری کو چیلنج کردیا ہے، جس سے مشرقی دنیا اور خاص طور پر عالم اسلام وعرب ممالک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

مرکز میں تعلیمی سرگرمیاں شروع

رمضان المبارک کی طویل تعطیل کے بعد پرانے داخلوں کی تجدید اور نئے طلبہ کے داخلوں کے ساتھ ہی مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے تحت چلنے والے دونوں اداروں ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ'' اور ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں تعلیمی سرگرمیاں پھر سے شروع ہوگئیں ہیں، اور اس کے تحت کام کرنے والے تمام تر دفاتر میں کام کاج کا دور پڑا ہے، واضح رہے کہ جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ میں حفظ وناظرہ کے ساتھ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب کے مطابق باصلاحیت اساتذہ کی نگرانی میں ثانویہ خامسہ (عربی چہارم) تک کی تعلیم کا معقول بندوبست ہے، جب کہ جامعہ فاطمۃ الزہراء میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا تشفی بخش انتظام ہے، جس میں تعلیم دینے والی تمام تر معلمات ہیں، قابل غور بات یہ ہے کہ ان دنوں عموماً اداروں میں نئے داخلوں کا سلسلہ بند ہو چکا ہے مگر مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے تحت چلنے والے ان دونوں اداروں میں داخلوں کی کارروائیاں ابھی تک جاری ہیں۔

صحبتِ با اہل دل کا اجراء

نوجوان عالم دین قاضی احمد سراج صاحب کی حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے خلیفہ مجاز جناب صوفی عبدالرحمٰن صاحب کی سوانح حیات پر مرتب کی گئی ایک تازہ تصنیف بنام ''صحبت با اہل دل کا ایک شاہکار نمونہ'' کا رسم اجرا، حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے حالات وکارنامے کے عنوان سے منعقد عالمی سیمینار کے دوسرے دن کی پہلی نشست میں مورخہ ۱۵/نومبر کو جانشین حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کے ہاتھوں دیوبند میں عمل میں آیا، رونمائی کی تقریب میں مولانا فضیل ہلال عثمانی، مفتی پنجاب اور مولانا اسلم صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم وقف دیوبند اور حضرت صوفی صاحب کے صاحبزادے جناب عبدالقدوس صاحب نمایاں طور پر شریک رہے، واضح رہے کہ یہ کتاب ان کے صاحبزادے ڈاکٹر ولی اللہ ندوی کے ایماء پر تیار کی گئی ہے، جو حضرت مولانا رابع حسنی ندوی، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا سالم صاحب قاسمی، مولانا خالد رشید فرنگی محلی، مولانا شمس الحق ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات، مولانا مفتی عبیداللہ اسعدی جیسے اکابر علماء کی تصدیقات وتحریرات سے مزین ہے۔

بش انتظامیہ کے خلاف مقدمہ

سان فرانسسکو-امریکہ کے ماہرین ماحولیات نے ملک کے ماحولیات، اقتصادیات اور صحت عامہ پر پڑنے والے اثر پر رپورٹ نہ پیش کرنے پر بش انتظامیہ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کردیا ہے۔